فوز الشيعة

هذا صراط علیّ مستقیم

الحمد للہ کہ

رسالہ نافعہ

فوز الشیعہ

...کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ حضرت صلعم رسول خدا نے فرمایا ہے کہ امت اسلام کے ۷۳ فرقوں میں سے صرف یہی فرقہ شیعہ نجات
...نے والا اور بہشت میں داخل ہونے والا ہے (دیکھو تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۳۷۹ وغیرہ)

بجواب رسالہ

قاطع الف شیعہ شانیعہ

از تصنیف

...عالم جلیل و محقق نبیل جناب مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری پروفیسر
مدرسہ جوادیہ بنارس دام فیضہ

مطبع اصلاح کھجوا میں طبع کیا گیا
...ت فی جلد ۵ر

سوانح عمری خلیفہ اوّل

مدت دراز سے مومنین کو شدید اشتیاق تھا کہ اردو زبان میں حضرت خلیفہ اول و خلیفہ دوم کی سوانح عمری اس تحقیق۔ جامعیت۔ تہذیب اور دلچسپی سے شایع ہوتی جس سے ان حضرات کے صحیح حالات تفصیل سے معلوم ہوتے اور سنی شیعہ اس کو خوشی سے پڑھتے۔ الحمد للہ کہ محض اسی کے فضل و کرم سے ان سوانح عمریوں کی اشاعۃ کا سلسلہ شروع ہو گیا اور حضرت خلیفہ اول کی سوانح عمری کی جلد اول ۲۵۶ صفحہ میں ایسی جامع اور محققانہ شایع ہو گئی کہ اعیان ملۃ و علمار اعلام تک اس کی نہایت مداح ہو رہے ہیں۔ حضرات اہلسنت بھی اسکے خریدار ہوتے اور اسکی تحقیق کی کمال درجہ قدر کر رہے ہیں۔ مثلاً جناب محمد یوسف خاں صاحب نے لاہور سے لکھا ہے۔

"السلام علیکم۔ سوانح عمری حضرت ابوبکر مطالعہ کی۔ میری رائے ہے کوئی کتنا ہی متعصب اہلسنت اس کو پڑھیگا اگر انصاف و مداراۃ رکھتا ہوگا تو ضرور اسکے عقائد میں ہلچل پیدا ہو جائیگی۔ اتنی زبردست تحقیق کہ کذب کے پردوں کو چاک چاک کردیا گیا اور اصلیت نہایت بے تعصبی کے ساتھ ظاہر کی گئی ہے۔ میرے دو دوست جو کہ وہ بھی اہلسنت و جماعۃ ہیں میرا اصلاح مجھ سے لیکر پڑھتے رہے۔ وہ بھی جان گئے کہ واقعی سوانح عمری حضرت ابوبکر ایک زبردست تحریر ہے جس سے ہمارے علمار اہلسنت کے کذب کے کارنامے روز روشن کیطرح ظاہر ہو رہے ہیں اور انشاء دو تین اہلسنت حضرات کی رائیں سوانح حضرت ابوبکر پر تحریر کرونگا۔ میں ان دونوں حضرات سے چندہ وصول کر کے اور ان کے پتے بھی آپکو مع اپنے چندہ کے روانہ کرونگا۔" اسی طرح برابر تعریف میں خطوط آتے رہتے ہیں۔ پہلی جلد میں حضرت ممدوح کے وہ کارنامے جو زمانہ جاہلیۃ سے متعلق ہیں اور وہ کارنامے جو اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت تک ہوئے ہیں نہایت تفصیل سے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۱۲ جلد منگا لیجئے ورنہ پھر طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ کیونکہ بفضلہ یہ ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہے۔ المشتہر: منیجر اصلاح کھجوا (بہار)

هٰذا صراط علیٌ مستقیم

الحمد للہ کہ

رسالہ نافعہ

فوز الشیعہ

جس کا یہ نام اسی لیے رکھا گیا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ اسلام کے ۷۳ فرقوں سے صرف یہی فرقہ نجات پانے والا اور بہشت میں داخل ہونے والا ہے (دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۳۷۹ وغیرہ)

بجواب رسالہ

قاطع الفاعیہ الشنیعہ

از تصنیف

عالم جلیل و محقق نبیل جناب مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری پروفیسر
مدرسہ جوادیہ بنارس دام فیضہ

مطبع اصلاح کھجوا میں طبع کیا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ الطاہرین

قادیانی جماعۃ کیطرف سے ایک نیا رسالہ شایع ہوا ہے جس کا نام "قاطع الانف الشیعہ الشنیعہ" اور جس کے مصنف کا اسم گرامی "قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی پریزیڈنٹ جماعۃ احمدیہ پشاور" ہے۔ ممدوح نے اس رسالہ میں حضرات اہلسنت کی چند کتابوں مثلاً تحفہ اثنا عشریہ ونصیحۃ الشیعہ وغیرہ سے کچھ پرانے اعتراضات نقل کر کے بہت مختصر الفاظ میں درج کر دیا اور جن باتوں کا جواب سیکڑوں مرتبہ شیعوں کی طرف سے دیا جا چکا ہے انھیں کا اعادہ کر دیا ہے۔ اور بعض چیزیں صوفیوں کی کتابوں سے نقل کر کے اُن کا الزام بھی فرقہ شیعہ پر رکھا ہے حالانکہ صوفی حضرات بھی اہلسنت ہیں جو بدیہی امر ہے کوئی صاحب عقل جس طرح حنفیوں کو شیعہ نہیں کہہ سکتا اسی طرح صوفیوں کو بھی انمیں شمار نہیں کر سکتا۔ اور فرقہ نصیری جو حضرت علیؑ کو خدا کہنے کی وجہ سے کافروں میں شمار کیا جاتا ہے اسکے بعض رسالوں کی عبارتیں نقل کر کے بھی شیعوں کو مورد طعن قرار دیا ہے۔ حالانکہ شیعوں کو نصیری فرقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم لوگ تو اُس فرقہ والوں کو گمراہ۔ دین اسلام سے خارج اور جہنمی سمجھتے ہیں اور حضرت علیؑ کو خدا کا بندہ اور حضرت رسولخدا صلعم کا خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں۔ پس اسکے کسی اعتقاد سے ہم پر کیونکر اعتراض ہو سکتا ہے۔ انھیں وجوہ سے رسالہ مذکورہ کا مختصر جواب اس رسالہ فوز الشیعہ میں دیا گیا۔ اور اس کا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ کو دیکھکر فرمایا والذی نفسی بیدہٖ ان ھذا وشیعتہ لھم الفائزون یوم القیامۃ یعنی خدا کی قسم یہ اور ان کے شیعہ ہی قیامت میں نجات پانے والے ہیں (تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹) یا علی ان اللہ قد غفر لک ولذریتک ولولدک ولاھلک ولشیعتک۔ یعنی اے علی خدا نے یقیناً تم کو تمہاری ذریت کو۔ تمہاری اولاد کو۔ تمہارے اہل کو اور تمہارے شیعوں کو بخش دیا ہے۔ یا ابا الحسن اما انت و شیعتک فی الجنۃ یعنی اے علی تم اور تمہارے شیعہ سب کے سب بہشت میں جاؤ گے (صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۶)

مرزائی خلاصہ عقائد مذہب شیعہ دربارہ ایمان باللہ (۱) خداے تعالے نے تمام کائنات ائمہ تشیع کے تصرف اور اطاعة پر مامور کر دیئے ہیں۔

اقول اگر یہ عقیدہ سبب کفر ہو سکتا ہو تو سب سے پہلے وہ لوگ کافر ہونگے جو بحکم آیات قرانیہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے اپنے حکم خاص سے فرشتوں کو جناب آدم کے آگے سربسجود کرا دیا جو محض تصرف و اطاعة پر مامور کرنے سے زیادہ عظیم امر ہے۔

خود مرزائی اصحاب بھی اس قسم کے عقیدہ سے منحرف نہیں ہو سکتے کیونکہ انبیاء مرسلین کی اطاعة پر کائنات عالم کا مامور ہونا نصوص قران و احادیث کے روسے ناقابل انکار ہے اور مرزا صاحب قادیانی اور اون کے تابعین اون کی بابة اس کا دعوے کرتے ہیں کہ وہ انبیاے اولوالعزم سے افضل تھے جیسا کہ آیندہ کسی مقام پر معلوم ہوگا پھر جب تک انبیاے مرسلین سے بڑھکر کائنات عالم پر حق تصرف اُن کو حاصل نہ ہو یہ افضلیت کیونکر ممکن ہو سکتی ہے نیز مرزاے قادیانی کے بہت سے دعاوے ایسے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اون کو کائنات پر تصرف کا حق حاصل تھا۔ کیا مرزائی اصحاب اپنے نبی کے دعاوی پر ایمان نہیں رکھتے۔

مرزائی (۲) اللہ تعہ نے شب معراج میں حضرت محمد سے حضرت علی کے لب و لہجہ میں باتیں کیں۔

اقول اس قول پر اعتراض کرنا اونھیں عقلمندوں کا کام ہو سکتا ہے جن کی چشم بصیرت میں مرزائیت کا عجیب الخاصیتہ سرمہ لگا یا گیا ہو دوسرے عقلاے زمانہ تو اس قول میں اعتراض کی کوئی گنجایش نہیں پا سکتے۔

مرزائی دربارہ ایمان بالملائکة (۱) حضرت جبرئیل حضرت علی کے شاگرد ہیں۔

اقول احادیث بنویہ اسکی گواہ ہیں کہ نہ صرف جبرئیل امین بلکہ فرشتوں کے

تمام گروہ نے محمد و آل محمد علیہم الصلوۃ والسلام سے تسبیح و تہلیل و تقدیس و تحمید کا سبق سیکھا تھا لہذا اس عقیدہ پر اعتراض کرنا حماقت کا اٹل ثبوت ہے۔

مرزائی (۲) خدا تعالےٰ نے حضرت جبریل کو حضرت علی کی طرف وحی دیکر بھیجا مگر چونکہ حضرت محمد صلعم اور حضرت علی باہم مشابہ تھے حضرت جبریل نے بھولکر حضرت محمدؐ کو وحی پہونچا دی اور حضرت جبریل پر لعنت کرتے ہیں الخ

اقول کیا آپ روح پر فتوح مرزا سے قادیانی کی قسم کھاکر یہ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے کسی شیعہ امامیہ کی کتاب میں ان باتوں کو مندرج پایا ہے یا کسی شیعہ امامیہ کو اس قسم کا دعوے کرتے اور جبریل پر لعنت کرتے سنا ہے؟

رسالہ نور تن سے آپ نے یہ شعر جو نقل کیا ہے ؎

جبریل کہ آمد ز بر خالق بے چوں — در پیش محمدؐ شد و مقصود علی بود

تو اسکے متعلق اولاً اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ مجہول الحال رسالہ عقائد شیعہ کا ثبوت نہیں دے سکتا آخر آپ سے یہ کس نے کہا ہے کہ اس بے سر و پا رسالہ میں جو کچھ ہے وہ شیعی عقائد کا مظہر ہے۔ ثانیاً شعر مذکور سے وہ مطلب سمجھنا جو آپ نے بطفیل انوار مرزائیہ سمجھا ہے آپ ہی جیسے سخن فہم بزرگوں کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔ اوس کا صاف مفہوم جو ہر دانشمند کی سمجھ میں آسکتا ہے صرف یہ ہے کہ جبریل امین بارگاہ ایزدی سے نازل ہوئے تو خدمت رسولؐ میں آئے اور یہ نازل ہونا اون کا حضرت علی سے متعلق تھا اوس سے مقصود حضرت ہی کی شان میں وحی ربانی پہونچانا تھا آخر اس سے کون مسلمان انکار کرسکتا ہے کہ بارہا حضرت جبریل حضرت علیؑ کی شان میں وحی ربانی لائے اون کے نزول کا مقصد حضرت ہی کی ذات مقدسہ تھی۔ ثالثاً۔ اس شعر میں حضرت محمدؐ سے حضرت علیؑ کا مشابہ ہونا۔ جبریل کا بھولنا۔ شیعوں کا جبریل پر نعوذ باللہ لعنت کرنا کہاں مذکور ہے اور آپ کو کیونکر منکشف ہوا کہ یہ تمام باتیں

شاعر کے ذہن میں بوقت تصنیف شعر موجود تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بطفیل روح پر فتوح مرزا صاحب اون کے سارے مریدین پر بھی وحی والہام کے دروازے کھل گئے ہیں اگر وہ ربانی نہیں تو کم سے کم شیطانی سہی۔

مرزائی (۳) حضرت عزرائیل حضرت علی کے حکم سے قبض ارواح کرتے ہیں۔
(۴) حضرت علی جمیع ملائک سے پاک اور نیک تر ہے۔

اقول بے شبہ حضرت امیرالمومنینؑ کے مراتب فرشتوں سے بڑھکر ہیں اور اگر یہ حضرات اون کو کوئی حکم دیں تو ضرور تابع فرمان ہونگے۔ حضرت خاتم المرسلینؐ اور آپ کے اہلبیت کے یہ مراتب دلائل نقلیہ سے ثابت ہیں۔

مرزائی در بارہ ایمان بالرسل۔ (۱) جمیع انبیا حضرت علی کے طفیل میں پیدا ہوئے۔ لولا علی لم یخلق الانبیاء۔

اقول بے شک جملہ انبیاے کرام بلکہ تمام موجودات عالم حضرات محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے طفیل میں خلعت وجود سے مشرف کئے گئے ہیں احادیث نبویہ جو کتب فریقین میں مروی ہیں اس حقیقت پر گواہ ہیں۔

مرزائی ہر نبی حضرت علی کی ولایت پر مبعوث ہوا (۳) ہر نبی پر حضرت امام حسینؑ کی قبر کی زیارت واجب ہے۔

اقول ان باتوں میں آخر اعتراض کی جگہ کہاں ہے عاقلانہ انداز سے ارشاد کیجئے۔

مرزائی (۴) اکثر علمار شیعہ کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی اور ان کے باقی ائمہ جمیع انبیاء سے (جن میں حضرت محمد افضل المرسلین بھی داخل ہیں) افضل ہیں۔

اقول کسی شیعہ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ائمہ طاہرینؑ حضرت خاتم المرسلین صلعم سے افضل ہیں بلکہ اونکی کتب احادیث میں حضرت امیرالمومنینؑ کا یہ قول مروی ہے انا عبد من عبید محمد۔ رہ گئے باقی انبیاے کرام تو شیعہ اون سے فضیلت کے ضرور قائل ہیں۔ اور اس افضلیت پر آیہ مباہلہ و حدیث تشبیہ کی تاقابل

انکار شہادت موجود ہے۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ مرزائیہ فرقہ قادیانی مدعی نبوت کو رسل اولوالعزم سے افضل مانیں تو یہ عقیدہ اون کے دین و ایمان میں چار چاند لگانے والا ٹھہرے لیکن شیعہ امامیہ بحکم نصوص قران واحادیث حضرت علیؑ کو انبیاء سے افضل کہیں تو فتوے کفر کے مستحق ہو جائیں۔ سبحان اللہ قادیانی مدعی نبوت اور اون کے خلیفہ کے مندرجہ ذیل دعووں کو بنظر انصاف دیکھنا چاہیئے تاکہ یہ فیصلہ بآسانی ہو سکے کہ اساس مرزائیہ سرزمین کفر و الحاد میں مستحکم قائم ہے یا نہیں (۱) کتاب درثمین مصنفہ مرزا صاحب میں ہے ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے | من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
آنچہ داد است ہر نبی را جام | داد آں جام را مرا بہ تمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں | ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

کیا ان اشعار میں حضرت خاتم المرسلینؐ سے ہمسری کا دعوے نہیں کیا گیا ہے اور کیا اس دعوے کی تکذیب کرنے والے پر تبرا بازی دل کھول کر نہیں کی گئی ہے؟ (۲) مرزا صاحب ایک مقام پر کہتے ہیں " اٰتانی مالم یوت احدا من العالمین۔ خدا نے مجھے وہ وہ فضائل مرحمت کئے ہیں جو تمام عالم سے کسی اور کو نہیں دیئے" (استفتاء مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب) کیا اس کلام میں حضرت خاتم المرسلین و افضل الرسل سے بھی افضل و اشرف ہونے کا دعوے نہیں کیا گیا ہے اور کیا اس دعوے پر قادیانی مشرب اصحاب ایمان نہیں رکھتے اگر رکھتے ہیں تو اون کو کیا کہا جائیگا مومن یا کافر؟ (۳) بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ کتاب حقیقۃ النبوۃ مصنفہ خلیفہ قادیان (۴) مرزا صاحب تتمہ حقیقۃ الوحی میں لمبے چوڑے طامات و دعوے کے ذیل میں کہتے ہیں " سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے"۔

مرزائی دربارہ ایمان بالمحمدؐ۔

اقول یہ عنوان - قادیانی مبلغ کی علمی استعداد کی پردہ دری کے لئے کافی ہے۔ میں اوس کو بعینہٖ نقل کرکے اس امر کا فیصلہ عربی داں ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ اس طرح کا عربی داں احادیث کے معانی و مطالب کو کہاں تک سمجھنے پر قادر ہو سکتا ہے اور اوس کے سمجھے ہوئے مطالب عقلاء کے نزدیک کس حد تک لائق قبول ہو سکتے ہیں۔ اس امر کو ملحوظ خاطر کرنے کے بعد اون الزامات کے جوابات کی طرف توجہ کی جائے جو عنوان بالا کے ماتحت وارد کئے گئے ہیں۔

مرزائی حضرت محمد حضرت علی کے طفیل سے خاتم الرسل بنے۔ رسالہ نور تن اور یہ شعر

شد احمد از وجود علی خاتم الرسل تا او عیان نگشت حقیقت عیاں نبود

اقول کسی شیعہ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ حضرت علیؑ کے طفیل میں خاتم الرسل بنے رسالہ نورتن اولاً مجہول و ناقابل اعتبار ہے ثانیاً جو شعر نقل کیا ہے اوس کے معنی وہ ہرگز نہیں جو قادیانی مبلغ اپنی خوش فہمی کے طفیل میں سمجھے ہیں۔ آخر کون اس کا انکار کرسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کی رسالت اور دین اسلام کی نصرت و امداد میں حضرت علیؑ نے بے نظیر جانفشانی فرمائی صدر اسلام میں اس دین الٰہی کی کامیابی میں حضرت کی جاں بازیوں کو اس حد تک دخل ہے کہ حضرت عمر نے بارہا ارشاد فرمایا" اگر علی نہ ہوتے تو اسلام کی شاخیں سرسبز نہ ہوتیں اوس کا ستون قائم نہ ہوتا"۔ حضرت عمر کا یہ ارشاد کتب اسلامیہ میں مروی ہے۔ اسی حقیقت کو شاعر نے اپنے شعر میں نظم کردیا ہے ہرگز اس کے سوا کوئی اور معنی اس شعر سے مرتبط نہیں ہوسکتے

مرزائی (۲) حضرت علی خدا ہیں اور حضرت محمد اُس کے بندے ہیں۔

اقول اس کا جواب بیش بہا ہدیہ لعنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ فرقہ شیعہ امیر المومنینؑ کی خدائی کے قائل کو کافر و مشرک سمجھتا ہے۔ جس طرح بعد خاتم المرسلین

مدعیان نبوت اور اون کے اتباع و مریدین کو۔

مرزائی (۳) اللہ تعالےٰ نے جبرئیل کو حضرت محمدؐ کے پاس بھیجا کہ خلافت علی کا اعلان کردو۔ مگر حضرت نے کہا میں اصحاب ثلاثہ سے ڈرتا ہوں۔ مدینہ جاکر کردونگا انتہےٰ ملخصاً۔

اقول بے شبہ آیہ "یا ایہا الرسول بلغ الایۃ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ منافقین کی فتنہ پردازی سے خائف تھے اور اس آیہ مبارکہ کا جناب امیرالمومنین علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہونا روایات عامہ اہل اسلام سے درجہ ثبوت کو پہونچ چکا ہے۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں العاشر نزلت الآیۃ فی فضل علی بن ابیطالب و لما نزلت ہذہ الآیۃ اخذ بیدہٖ وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمرؓ فقال ہنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولےٰ کل مومن و مومنۃ وھو قول ابن عباس والبراء بن عازب ومحمد بن علی۔ یعنی سبب نزول آیت کے متعلق دسواں قول یہ ہے کہ یہ آیت علی بن ابی طالب کی فضیلت میں نازل ہوئی جب وہ نازل ہوگی تو آنحضرت نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جس کا میں مولےٰ ہوں اوس کا علی مولا ہے۔ اے خدا تو علی کے دوست کو دوست رکھ اور دشمن علی کو دشمن رکھ۔ یہ قول ابن عباس اور براء بن عازب اور محمد بن علی کا ہے۔

مرزائی (۴) اگر حضرت علی شب معراج میں نہ ہوتے تو حضرت محمدؐ کی ذرا قدر نہ ہوتی

اقول سراسر جھوٹ ہے۔

مرزائی (۵) معراج کی رات حضرت علی کی شکل آنحضرتؐ کے ساتھ رہی۔

اقول یہ قول کس قانون عقل کی بنا پر قابل اعتراض ہو سکتا ہے؟ بے عقلی کا البتہ کوئی علاج نہیں۔

مرزائی | سید نا حضرت محمد تقیہ یعنی اخفاء دین و اخفاء حق عند الضرورۃ کیا کرتے تھے۔

اقول | عند الضرورۃ دین اسلام و کتاب اللہ سمیت بلکہ مع یار غار بھی غار ثور میں مخفی ہو جانا مسلم الثبوت واقعہ ہے جب عند الضرورۃ خود مخفی ہوئے تو اخفاء دین و اخفاء حق بھی فرمایا۔ کیونکہ دین اور حق آپکی ذات سے وابستہ تھا بلکہ آپ کی ذات مقدسہ عین دین و حق تھی کیا آپکی عقل شریف یہ کہ سکتی ہے کہ خود تو مخفی ہو گئے مگر اس وقت دین اور حق کا اخفاء نہیں فرمایا تھا؟ اس موقع کے علاوہ دیگر مواقع میں بھی حضرتؐ کا اخفاء حق فرمانا کتب فریقین سے ثابت ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں: کان رسول اللہؐ ایام اقامتہ یجاھر ببعض القران ویخفی بعضہ اشفاقاً علے نفسہ من تسرع المشرکین الیہ والی اصحابہ یعنی حضرت رسول خدا صلعم قیام مکہ کے ایام میں قران کے بعض حصوں کو ظاہر کرتے تھے اور بعض کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ مشرکین کی حملہ آوری کے خوف سے اپنے نفس پر اور اپنے اصحاب کے اوپر (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۳۴)

مرزائی | درباره ایمان بالقران (۱) اصل قران حضرت امام مہدی کے پاس ہے جو چالیس پارے کا ہے۔

اقول | اس نمبر میں شیعوں پر یہ الزام دیا گیا ہے کہ وہ تحریف قران کے قائل ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کافی یہ ہے کہ تحریف قران کی روایتیں محض شیعوں ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ عامہ مسلمین کی کتب صحاح وغیر صحاح میں بھی ہر قسم کی تحریف کی روایات اس قدر مروی ہیں کہ اون کا حصر و شمار دشوار ہے اون روایات میں یہاں تک مذکور ہے کہ ذھب القران اکثرہ اکثر قران جاتا رہا۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کی روایات کا کتب احادیث شیعہ میں مروی

ہونا سبب طعن والزام قرار دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ فرقہ حقہ قائل ومعتقد تحریف قران ہے اور اسطرح روایات کی بنا پر علمائے اہلسنت سے تکفیر کا فتوےٰ حاصل کیا جائے جو صاحب ایسا کریں گے وہ خود اپنی تکفیر پر مہر تصدیق ثبت فرمائیں گے اب رہا اس مسئلہ میں قول مختار کیا ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ سید مرتضے علم الہدے وغیرہ جیسے علمائے اعلام قطعاً قائل تحریف نہیں ہیں بلکہ ان حضرات نے نہایت سختی سے اوس کا انکار کیا ہے اور عدم تحریف پر نہایت قوی دلائل پیش کئے ہیں۔ اصول مقررہ مذہب شیعہ میں سے یہ ہے کہ ایسی روایت جو حد تواتر تک پہونچی ہو کسی عقیدہ کی بنیاد قرار نہیں دی جاسکتی چونکہ روایات تحریف سب کی سب احاد ہیں متواتر کوئی نہیں لہذا اون پر عقیدہ کی بنیاد قائم نہیں کیجاسکتی۔ کسی امر کے متعلق روایات کا مروی ہونا اسکی دلیل نہیں ہے کہ اہل مذہب اوس کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ روایات اہل اسلام بلکہ اقوال والہامات مرزا صاحب میں بھی خداوند عالم کے لئے جسمانیۃ و لوازم جسمانیۃ ثابت کئے گئے ہیں پھر کیا اس بنا پر عامہ مسلمین و فرقہ مرزائیہ کو فرقہ مجسمہ کہا جائیگا؟

مرزائی (۵) ہاں ایمان بالعلی (۱) حضرت علی خدا ہیں۔

اقول (۱) اس الزام کے ثبوت میں رسالہ نورتن کا یہ شعر پیش کیا گیا ہے ؎

ہم اول و ہم آخر ہم ظاہر و ہم باطن ہم عابد و ہم معبد و معبود علی بود

افسوس آخر کتنی دفعہ کہا جائے کہ حضرت علیؑ کی خدائی کا قائل ایک فرد شیعہ امامیہ بھی نہیں ہے۔ اشعار شعرا کسی مذہبی عقیدہ کے مظہر نہیں ہوا کرتے۔ ایک رسالہ نورتن مل گیا ہے اوسکے سمجھنے کی بھی استعداد و قابلیت بعنایت خداوندی آپکے اندر معلوم نہیں ہوتی جہاں بھی کوئی شعر نقل کیا ہے اوس کا مطلب ذہن شریف و فہم مبارک سے بہت دور رہا ہے۔ مقصد شاعر کو سمجھنے سے آپ محروم ہی نظر آتے ہیں۔ یہ شعر مذاق اہل تصوف پر کہا گیا ہے جو وحدت وجود واجب و ممکن کے قائل اور ہمہ اوست کے معتقد ہیں۔

متصوفین جو اس قول کے قائل ہیں وہ مومن یا کافر اسکے متعلق جس قسم کا فتوےٰ مطلوب ہو علماے اہلسنت کیطرف رجوع کیجئے۔ شیعوں کو اس طرح کے عقائد و نظریات سے کوئی علاقہ نہیں۔

طرفہ تر یہ واقعہ ہے کہ احمدی مبلغ صاحب اپنے دعوے کے ثبوت میں امام شافعی کیطرف جو اشعار منسوب ہیں اونکو بھی شیعوں کے مقابلہ میں پیش کر کے فن مناظرہ کے جوہر دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ نے اپنے مقصد کی تائید میں اشعار ذیل کو بھی پیش کیا ہے۔

کفا فی فضل مولانا علی وقوع الشکؒ فیہ انہ اللہ
ومات الشافعی ولیس یدری علی ربّہ ام ربہ اللہ

اس وجہ سے اہل نظر کو یہ اقرار کرنا ہوگا کہ ان مرزائیت مآب مبلغ صاحب کی عقل و سمجھ دانی سے زیادہ عجیب فی زمانہ کوئی شے موجود نہیں ہے لا ریب فیہ۔

مرزائی (۲) حضرت فرزند خدا ہیں (رسالہ نور تن ص۳۶) ؎

جبریل ندا از سدرہ داد و گفت فرزند بخانہ خدا شد پیدا

اقول لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا ذخیرہ جو کاذبین کے لئے مخصوص ہو ختم ہو جائے تو ہو جائے مگر اسکی امید مطلق نہیں کہ آپ کے اکاذیب کا طومار کبھی بھی انتہا کو پہونچے گا۔ اگر آج تک کی کاوشوں کے بعد آپ کو بھی معلوم ہوا ہے کہ شیعہ حضرت علیؑ کو فرزند خدا مانتے ہیں تو آپ کے معلومات و انکشافات متعلقہ بمذاہب عالم کی قدر کرنی چاہیے۔ آپ نے دانشمندی کے زور میں رسالہ نور تن کے شعر کے سمجھنے میں یہاں بھی ایسی ٹھوکر کھائی ہے جسکی امید صرف آپ ہی کی ذات سے وابستہ کیجا سکتی تھی۔ ماشاء اللہ بطفیل روحانیت حضرت مرزا صاحب شعر فہمی کا ایک خاص ملکہ آپ کو حاصل ہو گیا ہے جس کے برکات سے زمرہ ارواح شعرا میں شور تلاطم برپا ہو جانا یقینی ہے۔ انصاف کیجئے کہاں آپکے بیان کردہ مطلب اور کہاں یہ شعر ؎

جبریل ندا از سدرہ داد و گفت   فرزند بخانۂ خدا شد پیدا

شاعر نے بعنوان لطیف صرف یہ کہا ہے کہ خدا کے گھر میں فرزند پیدا ہوا یہ نہیں کہا ہے کہ خدا کے گھر میں فرزندِ خدا پیدا ہوا۔ اگر آپ اسی طرح معانی کلام شعرا سمجھتے رہے تو شعر فہمی عالم بالا معلوم شد۔

مرزائی (۳) حضرت علی حاضر نہ ہوں تو کوئی فرزند پیدا نہیں ہوتا۔

اقول اس قول سے فساد عقیدہ پر آخر کیونکر روشنی پڑتی ہے واضح فرمایئے

مرزائی (۴) معراج کی رات حضرت علی کی تصویر حضرت محمدؐ نے سدرہ پر دیکھی اور ملائکہ اوسکو سجدہ کر رہے تھے۔

اقول اگر سدرۃ المنتہےٰ پر حضرت علیؑ کی تصویر موجود رہی ہو اور فرشتے اوسکی تعظیم میں سربسجود ہونے پر مامور رہے ہوں تو اس سے آپ کے جذبات ایمانی میں طوفان عظیم کیوں برپا ہوتا ہے؟ کیا خدا نے فرشتوں کو حضرت آدم کے سجدۂ تعظیمی میں جھک جانے کا تاکیدی حکم نہیں دیا؟ پھر اگر یہی منظر سدرۃ المنتہیٰ پر دوبارہ پیش کیا گیا ہو تو اوس سے آپ کے ناراض ہونے کی کیا وجہ؟ زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوگا کہ حضرت علیؑ کا مرتبہ حضرت آدمؑ کے مانند ہے۔ اس سے کسی کے آئینۂ دل پر غبار ملال کیوں آئے؟ کیا قادیانی مسیحیت مآب ہستی نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں (وھکذا) اور آپ ان دعاوے پر بصدق نیت ایمان نہیں رکھتے اگر رکھتے ہیں تو انصاف سے فرمایئے کہ ان جواہر کلمات کو بسمع قبول سننا اور اون کے مضامین کو عقیدت کے خزانۂ عامرہ میں دھر لینا تو کوئی مضائقہ نہیں رکھتا لیکن حضرت علیؑ کے مثیلِ آدمؑ ہونے کا تصور بھی نہایت مضر و ناموافق طبع ہوتا ہے۔ بدون تاخیر پیچیدگی شکم کا مرض لاعلاج لاحق ہو جاتا ہے اور آپ اپنے قلم و زبان سے قلابازیاں کھانے لگتے ہیں۔

مرزائی (۵) حضرت علی جمیع انبیاء سے افضل ہیں (غنیۃ الطالبین اور حق الیقین)

اقول حضرت امام المتقین کا جمیع انبیاء سے باستثنائے حضرت خاتم المرسلین افضل ہونا بحکم آیہ مباہلہ وحدیث تشبیہ منجملہ واضحات ہے جس کا انکار مریض عصبیت وعناد کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا اس مقام پر دو باتیں خاص طور پر لائق توجہ ہیں۔ اول یہ کہ ماشاء اللہ آپکی خداداد قوت حافظہ اس درجہ صحیح وسالم ہے کہ ایک ہی بات کو بار بار دہرانے کی نوبت آتی ہے۔ آخر جناب کو کچھ یاد ہے کہ چند ہی صفحات میں آپ الزام قول افضلیت حضرت علیؑ کی رٹ کتنی دفعہ لگاتے رہے ہیں؟ دوم آج تک آپ کو اسکی بھی خبر نہیں کہ غنیۃ الطالبین غوث جیلانی کی کتاب ہے یا کسی شیعہ عالم کی۔ بے شبہ آپ کی معلومات کی یہ فراوانی اور انکشافات کی یہ طغیانی اس شعر کی صحیح مصداق ہے ؎

چہ خوش گفتہ است سعدی در زلیخا الا ایھا الساقی ادر کاسا وناولھا	سعدی نے کتاب زلیخا میں کیسا اچھا شعر کہا ہے کہ اے ساقی جام شراب بھر کر دیدے

مرزائی حضرت علی نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان سے ڈر کر ان کی بیعت کی اور تقیہ کے طور پر ان کے اقتدا میں نماز پڑھتے رہے۔

اقول بے شبہ جناب امیرؑ نے خلفاء عصر کے ساتھ بعنوان تقیہ مصالحانہ روش اختیار فرمائی تھی اور عملی مخالفت سے احتراز فرماتے تھے اور اس کا حقیقی سبب حضرتؑ نے مختلف مواقع میں جو بیان فرمایا وہ تواریخ عامہ اہل اسلام میں بھی مروی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) ان اللہ عز وجل لما قبض رسولہ قلنا نحن اھلہ واولیآ	جب اللہ عز وجل نے حضرت رسول خدا صلعم کو اٹھالیا تو ہم نے کہا اس خلافۃ کے اہل

لانیانزعنا سلطانه احد فابی
علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ
لولا مخافة الفرقة وان یعود
الکفر ویبور الدین لغیرنا
فصبرنا علی بعض الالم۔
(استیعاب جلد ا ص ۱۸۲)

(۲) فامسکت یدی ورأیت
انی احق بمقام محمدؐ فی الناس
ممن تولی الامور علی فلبثت
بذلک ماشاء اللہ حتی رأیت
راجعة من الناس رجعت
عن الاسلام یدعون الی
محو دین محمد وملة ابراہیم
علیہما السلام فخشیت ان
لم انصر الاسلام واهله ان
اری فی الاسلام ثلماً او هدماً
تکون المصیبة به علی اعظم
من فوت ولایة امرکم التی
انما هی متاع ایام قلائل ثم یزول
ما کان منها کما یزول السراب
فمشیت عند ذلک الی ابی بکر
فبایعته ونهضت معه فی تلک

اور ولی ہم ہیں۔ اس میں کوئی بھی ہم سے
نزاع نہیں کرے گا مگر ہماری قوم نے اس سے
انکار کیا اور دوسروں کو خلیفہ بنا دیا۔ خدا کی
قسم اگر اختلاف ہونے۔ کفر پلٹ آنے
اور دین مٹ جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم سب
درہم برہم کر دیتے مگر اس مصیبت پر ہم نے صبر ہی بہتر سمجھا
پس میں نے اپنا ہاتھ روک لیا اور دیکھا
کہ جن لوگوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا ہے ان
سب سے زیادہ مستحق ہوں کہ حضرت محمد صلعم کی
جگہ بیٹھوں تو میں اسی حالت میں رکا رہا
یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ کچھ لوگ دین اسلام
سے پھرنے لگے اور وہ دوسروں کو دین محمدؐ
اور ملتہ ابراہیمؑ کے مٹانے کی طرف بلانے
لگے تو میں ڈرا کہ اگر میں اسلام اور اہل اسلام
کی مدد نہیں کرتا ہوں تو اسلام میں ایسا
رخنہ اور نقصان دیکھوں جسکی
مصیبت مجھ پر تمہاری حکومت کے
مزے سے زیادہ عظیم ہو گی۔ کیونکہ
یہ حکومت تو چند دنوں کی لذت ہے
پھر فوراً یہ زائل ہو جائیگی جس طرح
سراب زائل ہو جاتا ہے۔ یہ خیال
کر کے میں ابوبکر کے پاس گیا اور انکی

الاحد اث حتی زهق الباطل وکانت کلمة الله هی العلیا انتهی بقدر الحاجة (امامة وسیاسة ابن قتیبه طبع مصر صفحہ ۱۳۰)

بیعت کرلی اور ان کے ساتھ ان آفات میں کھڑا ہوگیا۔ یہاں تک کہ باطل ہٹ گیا اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو کر رہا۔ (امامۃ و السیاسۃ ابن قتیبہ طبع مصر صفحہ ۱۳۰)

مرزائی (۷) حضرت علی نے ڈر کر حضرت عمر کو اپنی لڑکی ام کلثوم نکاح میں دے دی۔

اقول یہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھیں اور محمد بن ابی بکر کی خواہر جو حضرت علیؑ کی ربیبہ تھیں بعد وفات خلیفہ ابو بکر اونکی زوجہ یعنی مادر ام کلثوم حضرت علیؑ کے عقد میں آگئی تھیں اس لئے اس بچی کی تربیت حضرتؑ ہی کی نگرانی میں ہوئی اور آپ اوس کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے۔

منجملہ اون دلائل و شواہد کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ام کلثوم بنت جناب فاطمہ زہرا نہ تھیں اور جو لوگ اس کے قائل ہیں وہ تاریخی مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں ایک قوی ترین دلیل یہ ہے کہ تمام روایات عامہ مسلمین میں بالاتفاق اسکی تصریح کی گئی ہے کہ ام کلثوم بوقت خطبہ بہت صغیر السن تھیں۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

عن عمر انه خطب ام کلثوم من علی فاعتل لصغرها۔

حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے جناب ام کلثوم کی خواستگاری کی تو حضرتؑ نے ان کے کم سن ہونے کا عذر کیا۔

علامہ ممدوح اس روایۃ کے بعد لکھتے ہیں:۔

وتقبیله وضمه لها علی جهة الاکرام لانها لصغرها لم تبلغ حد الشتهی حتی یحرم ولولا صغرها لما بعث ابوها

بوسہ دینا اور لپٹانا تعظیم و اکرام کے طور پر تھا کیونکہ وہ بوجہ کم سنی کے اوس حد تک نہیں پہونچی تھیں کہ شہوت رانی مطلوب ہوسکتی اور یہ افعال حرام ٹھہرتے اگر وہ کم سن بچی نہ ہوتیں تو انکے باپ انکو بھیجتے ہی نہیں

اس کلام سے ظاہر ہوا کہ ام کلثوم اوس وقت نہایت صغیر السن تھیں۔ اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو تابعین حضرت عمر کے لئے اون کی عدالت کا محفوظ رکھنا غیر ممکن ہو جائیگا۔ ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ جب روایات اہل سنت میں بالاتفاق مذکور ہے کہ حضرت عمر نے قبل عقد ام کلثوم کو بلاکر ایسے برتاؤ کئے مثلاً بوسہ دینا لپٹا لینا وغیرہ وغیرہ کہ اگر وہ کسی بالغہ راشدہ لڑکی کے متعلق کسی شخص سے واقع ہوں تو اوس کا مجرم ہتک حرمت شرع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور اوس کا شمار مہذب شرفا کے زمرہ میں ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ اسی واقعہ نے علمائے محققین اہل سنت کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ام کلثوم اوس وقت بالغہ راشدہ نہ تھیں بلکہ بہت کم سن تھیں۔ اس حد کو نہیں پہونچی تھیں کہ اون کے متعلق اس قسم کے طرز عمل کا حضرت عمر جیسے مرد پیر شصت سالہ سے واقع ہونا شہوات نفسانی کی بنا پر ہوتا اور دامن عدالت و شرافت میں قابل نفرت داغ اور دھبہ لگا دیتا۔ بعض روایات میں صاف بتایا ہے کہ ام کلثوم اور حضرت عمر دونوں کی عمریں بوقت خطبہ کیا تھیں چنانچہ منقول ہے:۔ "وھی ابنۃ اربع سنین او ما بین الاربع الی الخمس وعمر ستین سنین" یعنی ام کلثوم چار برس یا چار اور پانچ کے درمیان تھیں اور حضرت عمر کی عمر شریف ساٹھ سال تھی" (ہدایۃ السعداء شہاب الدین دولت آبادی) چونکہ حضرت عمر نے ۶۳ سال کی عمر میں ۲۳؁ھ میں دنیا کو خیرباد کہا اس لئے ۲۰؁ھ میں اون کی عمر ۶۰ سال کی رہی ہوگی اور اسی ۲۰؁ھ میں خطبہ ام کلثوم اور تقبیل و ضم وغیرہ حوادث واقع ہوں گے۔ اب ہر عاقل کے لئے غور کرنے کا موقع ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا کا سن ۲۰؁ھ میں چار یا پانچ سال کا کیونکر ہو سکتا ہے درآنحالیکہ اوائل ۱۱؁ھ میں وفات رسول عربیؐ واقع ہوئی اور اوس وقت جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کے بطن میں وہ بچہ تھا جو محسن کے نام سے مشہور ہے۔ جیسا کہ ملل و نحل شہرستانی اور میزان ذہبی ترجمہ احمد بن محمد لسری میں مذکور ہے۔

اور بعض علمائے متعصبین نے طعن اسقاط محسن سے نجات پانے کے لئے اونکی ولادت زمانہ مذکورہ سے قبل تسلیم کی ہے۔ کتاب الشرف المو بد علامہ نبہانی میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور بعض مورخین نے رقیہ بنت فاطمہ کا تولد قبل محسن تسلیم کیا ہے۔ لہذا ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا کی ولادت ۷ یا ۸ھ ہجری میں ہوئی ہوگی جبکہ اون کے بعد دو بچوں یا کم سے کم ایک بچے کا تولد بنا بر شہادت تواریخ ناقابل انکار ہو تو ۷ یا ۸ھ ہجری کے بعد ام کلثوم کی ولادت کسی طرح تسلیم نہیں کی جاسکتی اور ۷ھ یا ۸ھ سے سنہ ۲۰ھ تک (جس میں حضرت عمر کا سن ۶۰ سال کا تھا اور خطبہ ام کلثوم واقع ہوا تھا) تیرہ یا بارہ برس ہوتے ہیں۔ لہذا ام کلثوم بنت جناب سیدہ کا سن سنہ ۲۰ھ میں تیرہ یا بارہ برس کا تھا چار یا پانچ سال کا سن توکسی طرح ممکن نہیں ہوسکتا۔ اور ظاہر ہے کہ بارہ تیرہ برس کی لڑکیاں صغیر السن نہیں کہی جاسکتیں اور نہ بنا بر قوانین شرعیہ غیر بالغہ و غیر راشدہ ہوتیں۔ بلکہ کمال بلوغ کے حدود کو بہت کچھ طے کرچکی ہیں۔ چنانچہ جناب ام المومنین عائشہ نے نو برس کی عمر میں کل فرائض زوجیت باطمینان ادا فرمائے تھے (دیکھو صحیح بخاری وغیرہ)۔ بعض اشخاص نے وقوع عقد سنہ ۱۷ھ ہجری میں بیان کیا ہے۔ اس روایت کی بناء پر بھی بوقت خطبہ جناب ام کلثوم کا سن نو برس کا قرار پائیگا نہ کہ چار پانچ برس کا۔ اب اس مقام پر بحکم درایت و عقل دو باتوں میں سے ایک کے سامنے سر تسلیم خم کردینا لازم ہوگا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

(الف) یا تو تسلیم کیا جائے کہ حضرت عمر نے جن ام کلثوم کی خواستگاری کی تھی وہ بنت فاطمہ زہرا نہ تھیں بلکہ وہ ام کلثوم[۱] بنت ابی بکر تھیں جو اسماء بنت عمیس کے بطن سے متولد ہوئی

[۱] باتفاق مورخین وفات ابی بکر سنہ ۱۳ھ میں واقع ہوئی اور ام کلثوم کی ولادت بعد وفات ابی بکر ہوئی۔ چنانچہ اصابہ ابن حجر میں ہے:۔ "مات ابوھا وھی فی حمل فوضعت بعد وفات ابیھا" لہذا یہی ام کلثوم بوقت خطبہ کم سن بچی رہی ہونگی اور یہ کہنا درست ہوگا کہ سنہ ۱۷ھ میں اونکی عمر چار پانچ برس کی تھی۔

تھیں اور اسماء بنت عمیس کا بعد حضرت ابوبکر جناب امیرالمومنینؑ کے نکاح میں آجانا ام کلثوم کے لئے اس شرف کا باعث ہوا تھا کہ حضرت کی تربیت میں آجائیں اور ایک حیثیت سے دختر امیرالمومنینؑ قرار پائیں۔ ربیب اور ربیبہ پر ابن و بنت کا اطلاق عرب میں عام تھا۔ زید کا ابن محمدؐ مشہور ہو جانا اسکی تصدیق کے لئے کافی ہے حالانکہ زید بن حارثہ کو پیغمبر اسلام سے وہ نسبت بھی حاصل نہ تھی جو ام کلثوم کو امیرالمومنینؑ سے حاصل ہوگئی تھی۔ اس سبب سے کہ اون کی مادر گرامی قدر زوجہ امیرالمومنینؑ ہوگئی تھیں۔ اگر سنہ وفات حضرت ابی بکر سے سنہ ۱۷ھ تک حساب کیا جائے تو ام کلثوم بنت ابی بکر کا سن ٹھیک وہی ٹھہرتا ہے جو روایات میں مذکور ہے یعنی چار یا پانچ سال۔ انتہیٰ ام کلثوم سے استیعاب ابن عبدالبر۔ کنز العمال ملا متقی۔ ریاض نضرہ محب طبری میں روایات منقول ہیں اور حضرت عمر کی طرف سے ان کے ساتھ پیام عقد بھیجا جانا نہایت تصریح سے تاریخ کامل ابن اثیر جزری میں مندرج ہے۔

(ب) یا یہ کہنے کی جرأت کی جائے کہ ام کلثوم کو صغیر السن بتایا جانا محض غلط ہے اور جناب امیرؑ نے کم سنی کا جو عذر کیا تھا وہ کذب صریح پر مبنی تھا اور حضرت عمر کا جو برتاؤ کتب اسلامیہ میں مذکور ہے وہ خاندان رسالت کی انتہائی تذلیل و توہین کے علاوہ نہایت غیر شریفانہ بھی تھا اوس کے بعد نہ اونکی عدالت اپنے مرکز پر قائم رہ سکتی ہے اور نہ بزرگی و شرافت۔

ابن حجر مکی نے کلام مندرج بالا میں تقبیل وغیرہ افعال کے متعلق تعظیم و اکرام کی جو تاویل پیش کی ہے وہ سراسر سعی غیر مشکور ہے اور علامت قلت ادراک و شعور بھی۔ کیونکہ روایات عامہ میں محض ضم و تقبیل پر اکتفا نہیں کی گئی ہے بلکہ کشف ساق اور اوس پر ام کلثوم کا غضب ناک و برہم مزاج ہونا مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ پنڈلیاں کھولنے میں اکرام و تعظیم کا کوئی پہلو نہیں نکل سکتا۔

میری یہ مختصر تحریر جہالت کی تاریکی کو بہت کچھ دور کر دینے کے لئے کافی ہو سکتی

ہے مگر مزید اطمینان قلب ناظرین کے لئے یہ گذارش بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اون معتبر روایات شیعہ میں جن سے مخالفین عقد ام کلثوم پر استدلال کرتے ہیں اون کا بنت فاطمہ ہونا مذکور نہیں ہے۔ اب رہ گئے بعض علمائے مذہب شیعہ تو وہ معصوم نہ تھے اون سے خطائے نظری ہر وقت ممکن تھی اگر اونھوں نے واقعہ عقد ام کلثوم کو کسی عنوان سے نقل کیا ہے اور اون کو بنت فاطمہ زہراؑ سمجھے ہیں تو اون کی خطائے نظری ہے جس کا سبب یہی ہوا ہے کہ ان بزرگوار نے تاریخی شواہد پر مناسب طریقہ سے غور نہیں فرمایا۔ میری گزارش تاریخی حقائق پر مبنی ہے اوس کے خلاف کوئی بیان قابل تسلیم ہو ہی نہیں سکتا۔ خواہ کسی قلم و زبان سے نکلا ہو۔

مرزائی (۸) حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے گھر کو جلایا۔ مگر حضرت علیؑ نے ڈر کے مارے کچھ نہ کہا (۹) حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کو لات مار کر اسکا اسقاط حمل کیا مگر حضرت علیؑ نے خاموشی سے برداشت کیا (۱۰) جب حضرت علیؑ کو خلافت نہ ملی اور فاطمہؑ کو فدک نہ ملا تو حضرت علی نے حضرت امام حسن اور امام حسینؑ کو خچر پر سوار کر کے تمام اصحاب الرسول کے گھر ساری رات پھرایا مگر کسی نے ساتھ نہ دیا۔

اقول ان نمبروں میں جن امور کو درج کیا ہے اون میں سے اکثر بطریق عامہ اہل اسلام کتب سیر و تواریخ میں مروی ہیں اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ بعد عہد نبوی اہلبیت پر مظالم ہوئے اون کے حقوق پر قبضہ کر لیا گیا اونکو جور و استبداد کے سامنے سر اطاعت خم کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اوس کے خلاف اون حضرات نے پر امن احتجاج و اتمام حجت کے طریقے ضرور اختیار کئے۔ آخر اس میں اعتراض کی کیا وجہ؟ حیف ہے کہ مظالم قابل طعن و ملامت نہ سمجھے جائیں مگر احتجاجات مورد اعتراض قرار پائیں۔

مرزائی حضرت علی دابۃ الارض ہیں (ارجح المطالب نور تن)

آج تک آپکو اس کا بھی علم نہیں کہ ارجح المطالب مولوی عبید اللہ امرتسری

اقول کی تالیف کردہ ہے جو پہلے سنی تھے پھر مرزائے قادیانی کے مریدین میں داخل ہو گئے۔ اگر حضرت علیؑ کا دابۃ الارض ہونا کتاب ارجح المطالب میں مذکور ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ روایات اہلسنت میں بھی ایسا ہی وارد ہوا ہے

مرزائی (۱۲) شیطان حضرت علی کی شکل پر متمثل ہو کر بار آگیا تھا اور خود حضرت علی زندہ ہیں

اقول سلسلہ افترا پردازی آپ نے جو ابتدا سے قائم کر دیا ہے اوسکے انقطاع کیطرف سے سخت مایوسی ہے خواہ انجام کا ذہین کی جانب کتنی ہی دفعہ کیوں نہ توجہ دلائی جائے۔

مرزائی (۱۳) حضرت علی علی کل شئ قدیر ہیں دیکھو یہ شعر ؎

علی جو چاہیں گرہ مشکل کو سربراہ کریں گدا کو چاہیں تو اک پل میں بادشاہ کریں

(انوار محمدی)

اقول بے شبہ حضرت امیر المومنینؑ اور دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام خداوند عالم کے ایسے مقرب و محبوب بندے تھے کہ ہر شے پر اقتدار اون کو حاصل تھا مگر باذن پروردگار عالم۔ اگر وہ چاہیں تو ہر مشکل کو حل کر سکتے ہیں مگر اس قوت سے جو عطیہ خدا ہے۔ اون کی خواہش خدا کی مرضی و مشیت سے سر مو تجاوز نہیں کر سکتی۔ وہ ہر امر میں رضائے الہی کے تابع و پابند ہیں اونکی شان ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ہے۔ یہ بھی فرمائیے کہ کتاب انوار محمدی کا مصنف کون ہے؟ کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے؟ بے سر و پا حوالہ جات قابل اعتبار نہیں ہو سکتے۔

مرزائی در بارہ حضرت فاطمہ۔

حضرت ابابکر و حضرت عمر دونوں حضرت فاطمہ کے جمال کے فریفتہ تھے اور اسی سبب سے ہجرت کی (کتاب کامل بہائی اور کتاب خلافت شیخین ص ۱۴۱)

اقول اولاً تو آپ نے حوالہ جات مکمل نہیں دیئے کہ عبارتوں پر نظر کی جا سکتی

کتاب خلافۃ شیخین وکامل کی عبارت کا نقل کرنا ضروری تھا۔ ثانیاً اگر کسی کتاب میں کوئی بات درج ہے تو اوس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ فرقہ شیعہ مذہبی حیثیت سے اوس کا قائل ہے۔ ثالثاً کتب سیر و تواریخ عامہ اہل اسلام میں بھی شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ حضرات شرف دامادی پیغمبر اسلام حاصل کرنے کے لیے بدل وجان کوشاں تھے مگر تقدیر نے مدد نہ کی محروم رہے۔ اب اس حقیقت کو جن الفاظ میں چاہیں تعبیر کرتے رہیں۔

در بارہ ازواج نبی۔

مرزائی (۱) حضرت عائشہ صدیقہ وزبیر وطلحہ کافر کہتے ہیں کیونکہ اونھوں نے حضرت علی سے جنگ کیا تھا۔

اقول خود سرور عالم کا ارشاد ہے:۔ "یا علی حربک حربی وسلمک سلمی (اے علیؑ تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے اور تم سے صلح رکھنا مجھ سے صلح رکھنا ہے) اب اس حدیث مسلم الثبوت کی روشنی میں محاربین جناب امیرؑ کے انجام کا فیصلہ ہر شخص خود کر سکتا ہے۔ اس ہیڈنگ کے ماتحت ازواج نبی کے ذیل میں طلحہ وزبیر کو بھی شمار کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ گویا آپ کے نزدیک طلحہ وزبیر کے بارہ میں شیعی خیالات وعقائد جو کچھ ہوں گے وہ عقائد در بارہ ازواج نبی سمجھے جائیں گے۔

مرزائی (۲) حضرت عائشہ صدیقہ دختر حضرت ابا بکر و حضرت حفصہ دختر حضرت عمر نے آنحضرت کو زہر دے کر شہید کیا (۲) حضرت عائشہ اور حفصہ کافرہ اور منافقہ ہیں۔ اور امراۃ نوح اور امراۃ لوط کا تذکرہ جو قران شریف میں ہے ان کے لئے تھا۔ علی ابن ابراہیم اور عیاشی کہتے ہیں کہ مردوں میں دو منافق تھے یعنی ابا بکر اور عمر اور عورتوں میں دو منافقہ تھیں عائشہ اور حفصہ جنہوں نے زہر دے کر شہید کرنے پر اتفاق کیا۔ اب اپنے امام عالی مقام فخر الدین رازی کے کلام ہدایت التیام کی جانب بھی توجہ صادق فرمائیے اور انوار حقیقت سے

اقول (۲) ان امہات المومنین کے ایمان کی تعریف آیات قرآنی سے معلوم کر لیجئے

جان و دل کو روشن کر لیجئے۔ آیہ "ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین (کافروں کے لئے خدا نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بیوی کی مثال دیتا ہے کہ یہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر ان دونوں نے ان کو دغا دی کہ اپنے شوہروں کے خلاف کافروں سے مل رہیں تو دونوں شوہر باوجود کہ پیغمبر تھے اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اور لوگوں کے ساتھ تم دونوں بھی جہنم میں جا داخل ہو (پ۲۸ ع ۲۰) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

وفی ضمن ھذین التمثیلین تعریض بامی المومنین وھما حفصۃ وعائشۃ لما فرط منھما وتحذیر لھما علی اغلظ وجہ واشدہ لما فی التمثیل من ذکر الکفر (تفسیر کبیر مصری مطبوعہ صفحہ ۲۷۲ ج ۸)

ان دونوں تمثیلوں کے ضمن میں دونوں ام المومنین (عائشہ و حفصہ) پر تعریض کی گئی ہے اور اس تقصیر کی وجہ سے جو ان سے واقع ہوئی اور نہایت غلیظ و شدید طریقہ پر ان کو دھمکایا گیا ہے۔ کیونکہ تمثیل میں کفر کا تذکرہ ہے (جس سے اس دھمکی کی شدت واضح ہے)

مرزائی (در بارہ اہلبیت نبوی) (۱) حضرت امام حسن سے شہر بانو نے نکاح اس واسطے کیا کہ انکو بہت عورتیں کرنیکا شوق تھا۔

اقول اعتراض کرنے کے لئے بھی عقل درکار ہے۔ آپ ہی بتائیے یہ کس قسم کا اعتراض ہوا۔ اور کس طرح کا الزام۔

مرزائی (۲) حضرت امام حسین شہید نہیں ہوئے بلکہ حنظلہ بن سعد الشامی آپکا ہمشکل ہو کر مارا گیا۔ شیعہ کفارہ امام حسین کے قائل ہیں ناسخ التواریخ اور یہ شعر

از بہر امتان تبہ روزگار بود
ورنہ حسین را بشہادت چہ کار بود

اقول کسی شیعہ کے دماغ میں کبھی یہ خیال نہیں ہوا کہ امام حسینؑ شہید نہیں ہوئے بلکہ آپ کے عوض کوئی دوسرا شخص مارا گیا۔ اگر آپ کو ایسا معلوم ہوا ہے تو سمجھ لیجیے آپ سخت جہالت اور غلط فہمی میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں۔ آخر تفسیر صافی میں یہ مضمون کہاں درج ہے اگر ہمت ہو تو اپنی سچائی کا قابل توجہ ثبوت پیش کیجئے۔

علے ہذا القیاس قول کفارہ کی نسبت بھی شیعوں کی طرف دینا خلل دماغ کی علامت واضح ہے۔ اگر آپ اس شعر کا مطلب یہی سمجھے ہوں تو آپ کے ملکہ سخن فہمی کی بے انتہا خوبی ہے۔ لاریب امام حسین علیہ السلام کا نصب العین اور مقصد جام شہادت نوش فرمانے سے یہ تھا کہ امت محمدیہ کے سامنے اسلامی روحانیت اس طرح پیش کر دی جائے کہ حق و باطل میں اشتباہ باقی نہ رہ جائے بعد عہد نبوی اسلامی روحانیت پر مادیت پرستی کی سیاہ گھٹائیں رفتہ رفتہ اس طرح چھا گئی تھیں کہ اس کا پرتو نگاہوں سے غائب ہو رہا تھا۔ اگر حضرتؑ فدائے اسلام نہ ہوتے تو دنیا بنی تیم و بنی عدی و بنی امیہ کی مادہ پرستیوں کو عین اسلام سمجھنے پر مجبور رہتی اور ضلالت عام ہو جاتی۔ اسلامی روحانیت کسی نگاہ کے سامنے جلوہ گر نہ ہوتی۔ حریت اسلام کے مفہوم سے بھی کوئی دماغ آشنا نہ ہوتا۔ قوانین الہیہ کی خلاف ورزی کا دوسرا نام ایمان اسلام قرار پا جاتا۔ حضرت شہید کربلا نے میدان شہادت میں صراط مستقیم کو ہمیشہ کے لئے باطل کے کانٹوں سے پاک کر دیا۔ حق پرستی و نفس پرستی میں جو حد فاصل تھی وہ بالکل عیاں کر دی۔ اب ہر صاحب نظر ایک کو دوسرے سے بآسانی پہچان سکتا ہے۔ اگر فرزند رسولؐ نے بیعت یزید کر لی ہوتی تو ایسا نہ ہوتا۔

شاعر نے اسی حقیقت کو اپنے شعر میں بیان کیا ہے اور اس کا مقصود یہ کہنا ہے کہ امام حسینؑ نے امت محمدیہ کو اسلام حقیقی کی طرف ہدایت کرنے اور ضلالت سے

نجات دلانے کے لئے جام شہادت نوش فرمایا۔ ورنہ اور کوئی امر اس کا داعی
نہ تھا۔ اگر آپ اس شعر کے مضمون کو باوجود نعرہ ہائے ہمہ دانی عقیدہ کفارہ
سے ممتاز کر لینے پر قادر نہیں ہیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ حیف
صد حیف بلکہ ہزار در ہزار حیف۔

مرزائی (۳) حضرت امام جعفر خدا ہیں۔

اقول ائمہ کی خدائی کا قائل شیعوں کے نزدیک مستحق لعنت ہے اور شیعوں کے
ذمہ اس الزام کا عائد کرنے والا بھی قابل ملامت و نفرین۔ جن کتابوں میں
آپ نے اس عقیدہ کو دیکھا ہے ان کی مکمل عبارتیں پیش کیجئے۔

اسی طرح حلول کا عقیدہ بھی شیعوں کا نہیں ہے۔ آپ کوئی عبارت پیش کیجئے
جس میں شیعوں کا یہ عقیدہ بتایا گیا ہو۔ مگر یہ خیال کر لیجئے گا کہ وہ عبارت
صوفی حضرات کے متعلق نہ ہو جو شیعوں سے نہیں بلکہ حضرات اہلسنت کی ممتاز
جماعۃ ہیں۔ اور وہ حضرت حضرت علی کو بھی بہت کچھ مانتے ہیں۔

مرزائی دربارہ اصحاب رسولؐ

(۱) حضرت ابوبکر سے مسجد نبوی میں منبر نبوی پر سب سے اول بیعۃ
شیطان نے کی۔

اقول کتب معتبرہ علمائے عامہ مسلمین میں حضرت ابوبکر کا یہ اقرار "ان لی شیطانا
یعترینی" جس کا مفاد صریح یہ ہے کہ ایک شیطان آپ کے ساتھ ربط
خاصہ رکھتا تھا ممکن ہے کہ اوس نے بیعۃ کر لی ہو۔ اگر شیطان مخصوص کے وجود
کا اعتراف ہے اور اوس کے تسلط و اقتدار کا اقرار تو اب مبہوت اور حیرت زدہ ہونے
کے لئے آپ کے پاس کیا رہ گیا؟ سوا اس قول کے کہ اوس نے منبر رسول پر
سب سے پہلے بیعۃ کی۔ حکم عقل تو یہی ہے کہ آپ کو علمائے شیعہ کا ممنون ہونا چاہئے
کہ اونھوں نے اوس شیطان مطلق العنان کو مثل علمائے عامہ مسلمین غالب و

مسلط نہیں چھوڑا بلکہ زنجیر بیعۃ میں جکڑ دیا۔ عاشقان حضرت صدیق یہ واقعہ خود اونکی زبانی بغیر رد و انکار نقل کرتے ہیں کہ ایک شیطان آنجناب پر مسلط تھا اور غالب مطلق العنان۔ مگر شیعوں نے اس بارگاہ میں شیطان کی مطلق العنانی کو گوارا نہ کرتے ہوئے یہ نظریہ پیش کیا کہ وہ غالب مسلط بعد اجماع ارباب حل و عقد نہیں رہ گیا تھا بلکہ سب سے پہلے حلقہ اطاعت و سلسلہ بیعۃ میں وہی داخل ہو گیا تھا لہذا انصاف شرط ہے کہ ان دونوں عقائد میں کس عقیدہ کو کفر ہونا چاہئیے اور کس کو ایمان۔ اور حضرت صدیق کی شانِ صدیقیت کا سچا حامی وہی خواہ کون ٹھہرا اونکی عشق و محبت کا دعوے کرنے والے اور اتباع سیرت شیخین کی رٹ لگانے والے یا اون کے مخالفین شیعیان روافض کثر اللہ امثالہم۔ سچ ہے دشمن دانا بہ از دوست نادان

مرزائی (۲) حضرت ابوبکر سخت بزدل تھے اور غار ثور میں بزدلی کے باعث روتے تھے

اقول قرآن مجید اور کتب سیر و تواریخ اہل اسلام دونوں شاہدانِ عادل ایسا ہی کہہ رہے ہیں اقوال شیعہ اس باب خاص میں صدائے بازگشت کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس مصرع کے صحیح مصداق ہیں۔ انچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم۔

مرزائی (۳) حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کافر و فاسق تھے۔ خلافت و وجاہت کے لالچ سے آنحضرتؐ کے ساتھ شامل ہوئے۔

اقول ہاں یہ صحیح ہے کہ شیعیان علیؑ ان حضرات اور ان کے اتباع صحابہ و تابعین سے کچھ حسن ظن نہیں رکھتے اور اس باب میں خصوصیت سے بدگمانی کا اصل سبب اکثر علمائے عامہ مسلمین مثل شاہ ولی اللہ وغیرہ کا یہ بصیرت افروز بیان ہے کہ ان بزرگوں کو کسی زمانہ میں راہبوں نے سلطنت و حکومت کی بشارت دی تھی۔

مرزائی در بارہ اہل سنت والجماعۃ

۱۔ اہل سنت یہود اور نصاریٰ سے بد تر ہیں۔

اقوال ۱۱ فرقہ شیعہ برادران اہلسنت کی بابت جو کچھ بھی کہتا ہو آپ اس چغلخوری کا کوئی حق نہیں رکھتے اور نہ اس ذریعہ سے آپ اون کے نزدیک سرخروئی و تقرب حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کے لئے مناسب بلکہ انسب ہوگا کہ اہلسنت کی خدمت میں اقوال شیعہ کے عوض خلیفہ قادیان کے مندرجہ ذیل فتوے بطور نشان محبت پیش کر کے اس کا استحقاق حاصل کر لیجئے کہ وہ آپ کو اپنے کثیر التعداد و مختلف العقائد فرقوں میں سے ایک فرقہ تسلیم کر لیں اس معاملہ میں اون کو کوئی عذر نہ رہ جائے۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوتے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سُنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ صداقت)

نیز آپ کو جناب مرزا صاحب کے اس شعر کی جانب بھی اہل سنت کو ضرور متوجہ کرنا چاہیئے ؎

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

ظاہر ہے کہ اہلسنت مرزا صاحب کے تمام الہامات و دعوے کو بالکل دروغ کہتے ہیں لہذا وہ اس خطاب بلند کے مستحق ضرور ہوں گے جو مرزا صاحب نے ایسے لوگوں کو اس شعر میں عطا کیا ہے۔ اگر آپ نے اہلسنت کی خدمت میں یہ خطاب بطور علامت خلوص مودت حاضر کیا اور اس مسیحی تبرّا بازی کی جانب اون کو متوجہ کرنے میں تامل نہ فرمایا تو یقین ہے کہ وہ آپ کا نام اسلامی فرقوں میں ضرور درج کریں گے اور سالہا سال سے اس مدعا کے لئے جو کوششیں مختلف طریقوں پر کی جا رہی ہیں اون کی حاجت باقی نہ رہ جائیگی۔ بھلا کون بے مروت سُنی ہوگا جو آپ کے نبی و خلیفہ نبی کی زبان کے نکلے ہوئے خطابات (کافر خارج از اسلام لعین) سُن لینے کے بعد بھی آپ کی مناسب ہمت افزائی کرنے سے دریغ کرتا رہے گا۔

مرزائی ۱۲ خلاصہ مسائل شیعہ۔ تقیہ۔

(۱) تو حصہ دین کا تقیہ ہے یعنی اخفاے حق و عقیدہ عند الضرورۃ الخ (۲) جو تقیہ نہ کرے اوس کا کوئی دین نہیں۔

اقول مسئلہ جواز تقیہ شواہد آیات قران و اخبار نبویہ سے ثابت ہے جن کا حصر و اشمار مشکل ہے میں نے ان میں سے چند کو یکجا کرنے کی کوشش رسالہ شواہد جلیہ و رسالہ کشف الظلام میں کی ہے یہ دونوں رسالہ مطبوع ہو کر عامۃ الناس تک پہونچ چکے ہیں۔ احمدی مبلغ صاحب اونکو بغور پڑھیں اور اگر کچھ دم خم ہو تو یہ ثابت کر دیں کہ قران مجید و احادیث نبویہ و سیر بزرگان دین جواز و مشروعیت تقیہ کی ذمہ وار نہیں ہیں۔ اور میں نے جن شواہد کثیرہ کو پیش کیا ہے وہ تقیہ کا جواز ثابت نہیں کرتے۔ جس وقت تک ایسا نہ ہوگا اہل تشیع اسکے مدعی رہیں گے کہ تقیہ کا جائز و مشروع ہونا ہر قسم کی ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے لہذا اوس کے خلاف ہوس نکتہ چینی دل میں رکھنا عین کفر و فسق و زندقہ و الحاد ہے لاریب فیہ

مرزائی (۳) نماز جنازہ بغیر وضو روا جائز ہے۔

اقول لفظ "صلوۃ" کے معنی لغوی دعا کے ہیں اور اسی معنی لغوی سے اوس کا اطلاق نماز جنازہ پر کیا جاتا ہے۔ علامہ ابن القیم کتاب زاد المعاد میں فرماتے ہیں "مقصود الصلوۃ علے الجنازۃ ھو الدعاء للمیت" یعنی نماز جنازہ سے مقصود صرف یہ ہے کہ میت کے لئے دعا کی جائے۔ لیکن شریعت کی اصطلاح خاص میں اس لفظ کا اطلاق نماز پر بھی کیا جاتا ہے اور نماز کے لئے وضو کی شرط یقینی ہے مگر نماز جنازہ درحقیقت نماز نہیں ہے بلکہ وہ میت کے حق میں دعا و استغفار کی حیثیت رکھتی ہے لہذا اوس کے لئے وضو کا شرط نہ ہونا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

مرزائی (۴) شراب تمر سے وضو کرنا جائز ہے۔

اقول اس اعتراض کا جواب مناسب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرات کاذبین کے مدارج عالیہ کا تذکرہ بار بار دہرایا جائے۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام

اور علمائے ملۃ حقہ میں سے کسی نے بھی شراب تمر (نبیذ) کو پاک اور کسی صورت سے بھی لائق استعمال نہیں فرمایا ہے۔ پھر اوس سے وضو رجائز ہونے کا فتوےٰ کیونکر دے سکتے ہیں۔ شیخ الطائفۃ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب استبصار میں نجاست نبیذ کے متعلق احادیث صریحہ ونصوص قطعیہ نقل کرنے کے بعد ایک ایسی روایۃ کا تذکرہ فرمایا ہے جس کا کسی امام معصوم کی جانب منسوب ہونا معلوم نہیں۔ اوس روایت میں راوی کا یہ بیان ہے پانی نہ ملنے کی صورت میں جناب رسالت مآبؐ نے نبیذ سے وضو فرمایا۔ اس بے سر و پا روایت کو محض رد و انکار کی غرض سے وارد کیا ہے اور اوس کے نقائص کو شرح وبسط سے بیان کر دیا ہے اس مقام پر کتاب استبصار کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے کہ ناظرین پر عیاں ہو جائے کہ مرزائی فرقہ کے مبلغین مقام تبلیغ میں اگر کتنی سچائی راستبازی دیانتداری سے کام لیا کرتے ہیں اور اون کا آلہ کار اس میدان میں کس قسم کے اطوار واخلاق ہوا کرتے ہیں۔

فاول ما فیہ ان عبد اللہ بن المغیرۃ قال عن بعض الصادقین ویجوز ان یکون من اسندہ الیہ غیر امام وان اعتقد فیہ انہ صادق علی الظاہر فلا یجب العمل بہ والثانی انہ اجتمعت العصابۃ علی انہ لا یجوز الوضوء بالنبیذ فیسقط ایضاً الاحتجاج بہ من ہذا الوجہ الخ (استبصار ص۹)

یعنی پہلی بات اس میں یہ ہے کہ عبد اللہ بن المغیرہ نے "عن بعض الصادقین" کہا ہے اور جائز ہے کہ جس کی طرف وہ حدیث کی نسبت دیتا ہے وہ امام نہ ہو بلکہ کوئی اور شخص ہو جس کی بابت اوسے اعتقاد رہا ہو کہ وہ صادق ہے (محض عن بعض الصادقین کہنے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ اسناد حدیث امام معصوم ہی کی طرف کر رہا ہے) پس اوس پر عمل واجب نہ ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ گروہ امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ نبیذ سے وضو رجائز نہیں۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی اس روایت سے احتجاج ساقط ہو جائیگا۔

مرزائی (۵) نماز بغیر استنجار جائز ہے (استبصار)

اقول اسی کتاب استبصار میں بہ کثرت روایات موجود ہیں جن میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ بغیر استنجار نماز صحیح نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص استنجا بھول جائے اور حالت فراموشی میں نماز پڑھ لے تو اوس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے جب احادیث کثیرہ وصحیحہ کے مقابلہ میں کوئی روایت نادرہ وارد ہوتی ہے جس کا مضمون اونکے بظاہر مخالف ہوتا ہے تو ایسی صورت میں جملہ علماے اسلام کا بدون تخصیص وامتیاز فرقہ یہی معمول متفق علیہ ہے کہ اوس روایت کی ایسی تاویل کرتے ہیں اور اوسکو ایسے معنی پر حمل کرتے ہیں جس سے اوسکی مخالفت احادیث کثیرہ سے باقی نہ رہے۔ جب اس طرح جمع بین الروایات کی صورت ممکن نہیں ہوتی تو اوس روایت شاذہ نادرہ کو غیر مقبول ومطروح قرار دیتے ہیں اوس پر عمل کو صحیح نہیں سمجھتے۔ محض کسی روایت نادرہ غیر معتبرہ کا کسی کتاب میں وارد ہوجانا اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ اہل مذہب کے نزدیک مقبول ومعمول بہ ہے جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ اہل مذہب اوس پر عمل کرتے ہیں اوس کو بنیاد اعتراض قرار دینا عین جہالت ہے۔ مرزائی مبلغ نے حسب عادت عوام کو دھوکا دینے کے لئے اس مقام پر اپنے اعتراض کو اس طرح وارد کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر استنجار نماز کا جائز ہونا ملتِ حقہ امامیہ کے نزدیک مسلم ہے اور اوس کا مذہبی حکم یہی ہے حالانکہ اوسکی اصلیت صرف اتنی ہے کہ حالت سہو ونسیان میں بغیر استنجا، وضو کر لینے کے بعد نماز کا صحیح ہوجانا صرف ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے جو بمقابلہ احادیث کثیرہ واخبار صحیحہ کے قابل تاویل ہے اور اوسکی تاویل بھی جناب شیخ ابوجعفر علیہ الرحمہ نے واضح کردی ہے اس حقیقت کو مرزائی مبلغ نے بغرض فریب دہی بالکل نظر انداز کر دیا ہے اس قسم کی دیانتداری محل تبلیغ میں نہایت قابل افسوس ہے۔

مرزائی (۶) شیعہ اگر نماز میں اپنے عضو تناسل سے کھیلیں تو نماز نہایت درست ہوجاتی ہے

اقول آپ کا یہ سفید جھوٹ ایسا ہے کہ اوسکی عظمت کے مقابلہ میں کوہ ہمالیہ بھی کوئی

حقیقت نہیں رکھتا۔ آپ کس روایت شیعہ سے اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ عضو تناسل سے کھیلنا صحت نماز کا سبب ہوتا ہے اس فعل سے نماز صحیح و درست ہو جاتی ہے؟ آپکی یہ پاک نفسی قابل تعریف ہے کہ اپنے بہتان و افترا کی عظمت اور زیادہ کرنے کے لئے لفظ "نہایت" کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔

مرزائی (۷)، کنجری کی کمائی حلال ہے۔

مرزائی مبلغ نے اس الزام کی تشریح کرتے ہوئے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے:۔

اقول "جناب مولوی صاحب آپ کے دو امام متفق اللفظ ہو کر کہتے ہیں کہ جو گانے والی کنجریاں شادیوں پر گاتی اور ناچتی ہیں اون کا کسب اور کمائی حلال ہے"۔

ان تحریرات میں چند امور قابل نظر ہیں۔

اول یہ کہ جن دو حدیثوں کو الزام کے ثبوت میں پیش کیا ہے اون میں لفظ "مغنیہ" اور لفظ "مغنیات" واقع ہے جس کا ترجمہ صرف "گانے والی" یا "گانے والیاں" ہوگا۔ ناچنے کی صفت کا اضافہ کر دینا اور یہ کہنا کہ امام نے ناچنے والیوں کی کمائی کو حلال فرمایا ہے صاف ظاہر کر رہا ہے کہ احمدی مبلغ کو مقام تبلیغ میں غلط بیانی اور دروغ بے فروغ سے کام لینے کی خاص عادت ہے۔

دوم۔ شادیوں کے مواقع پر جو عورتیں گھروں میں گانے اور رسوم زفاف عرائس انجام دینے کے لئے بلائی جاتی ہیں وہ بازار نشین عورتیں نہیں ہوا کرتیں جن کو کنجریاں یا رنڈیاں کہتے ہیں بلکہ اوس قوم کی عورتیں ہوتی ہیں جن کو ڈوم یا مراثی کہتے ہیں۔ اون کا پیشہ صرف یہی ہوتا ہے کہ شادی کے گھروں میں رسوم عروسی انجام دیتی ہیں مرزائی مبلغ نے اپنی تحریر میں عامۃ الناس کو بتلائے فریب کرنے کی کوشش اس طرح کی ہے کہ لفظ "مغنیات" جو حدیث میں ہے اوس کے معنی میں تصرف و تحریف سے دریغ نہیں کیا ہے تاکہ عوام الناس کو یہ سمجھایا جائے کہ لفظ حدیث سے وہی بازار نشین عورتیں مراد ہیں جن کو کنجریاں کہتے ہیں اور اس دام فریب کو مضبوط کرنے کی

غرض سے ص۱۵ پر رقص قلم کے خاص خاص جوہر سر بازار دکھائے ہیں۔ حالانکہ اوسی حدیث میں "مغنیات" کی دو قسمیں علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں ایک قسم کو یوں بیان کیا ہے۔ "التی تدخل علیھا الرجال" اور دوسری قسم کی بابت یہ کہا ہے" التی تدعی الی الاعراس" نیز دوسری حدیث میں فرمایا ہے "ظاہر ہے کہ پہلی قسم کی مغنیات کو کنجریاں یا رنڈیاں کہتے ہیں دوسری قسم کی مغنیات کے لئے یہ الفاظ مستعمل نہیں ہیں۔ میں نے اس مقام پر اگرچہ تحریر کو فی الجملہ طول دیا مگر اوس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ روح احمدیۃ کی کرشمہ سازیاں منظر عام پر آگئیں اور واضح ہوگیا کہ احمدی مبلغین کن طریقوں سے تبلیغ مذہب کیا کرتے ہیں اور جعل سازی افتراء کے فن میں کن مراتب عالیہ کے مالک ہوتے ہیں۔

سوم۔ کتاب کافی میں جہاں احمدی مبلغ کی نقل کردہ حدیثیں ہیں اوسی جگہ یہ حدیثیں بھی موجود ہیں۔

(۱) عن ابی عبد اللہؑ قال سألہ رجل عن بیع الجواری المغنیات فقال شراؤھن وبیعھن حرام وتعلیمھن کفر واستماعھن نفاق یعنی حضرت امام جعفر صادقؑ سے ایک شخص نے گانے والی لونڈیوں کے بیچنے کے بارے میں دریافت کیا تو حضرتؑ نے فرمایا ان کا خریدنا بیچنا ان کو گانا سکھانا سب کفر ہے اور ان کا گانا سننا نفاق ہے

(۲) قال سمعت ابا عبد اللہؑ یقول المغنیۃ ملعونۃ ملعون من اکل کسبھا یعنی حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ گانے والی عورت ملعون ہے اور جو اسکی کمائی کھائے وہ بھی ملعون ہے۔ ان احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ائمہ ملۃ حقہ امامیہ نے اپنے ارشادات میں غنا کی شرعی حیثیت کو ظاہر کرنے میں کتنا اہتمام فرمایا ہے۔ تعلیم غنا کفر اور اوس کا سننا نفاق قرار دیا ہے۔ گانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت حرام بتائی ہے اونکی قیمت کو سُحت (حرام کی آئی) سے تعبیر فرمایا ہے اونکی کمائی کھانے والوں کو ملعون ٹھہرایا ہے۔ ان احادیث صریحہ کو دیکھنے کے بعد بھی یہ کہنا کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے کسبیوں اور کنجریوں کی کمائی حلال

قرار دی ہے ایک ایسی قابل نفرت بددیانتی ہے جسکی توقع عام طور سے نہیں کیجاسکتی اوس کا وجود اونھیں نفوس قدسیہ میں ہو سکتا ہے جن کو خداوند عالم نے حضرت مسیح قادیان کے حلقہ اطاعت و ارادت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہو۔ ہاں بعض اخبار میں فقط اون مغنیات کے پیشہ کو مباح بتایا گیا ہے جو فواحش سے پاک ہوں اور شادیوں کے مواقع پر رسوم زفاف عرائس انجام دینے کے لئے بلائی جاتی ہوں اور انھیں اخبار کی بناء پر بعض علماے مذہب شیعہ نے غناے عرائس کو مباح قرار دیا ہے مگر اس حکم اباحت کو متعدد شرائط سے مشروط کیا ہے۔ چنانچہ جناب شہید اول کتاب دروس میں فرماتے ہیں:۔

یحرم الغناء وتعلمہ وتعلیمہ واستماعہ والتکسب بہ الا غناء العرس اذا لم تدخل الرجال علی المرأۃ ولم تتکلم بالباطل ولم تلعب بالملاھی

غنا حرام ہے اور اوس کا سیکھنا اور سکھانا اور سننا اور اوس کو ذریعہ کسب معاش بنانا بھی حرام ہے۔ سوا غناے عروسی کے مگر ان شرائط سے کہ ان گانے والیوں کے پاس مردوں کی آمد و رفت نہ ہوا کرتی ہو (یعنی وہ فاحشہ نہ ہوں) اور کلام باطل نہ گاتی ہوں اور آلات لہو و لعب سے نہ کھیلتی ہوں۔

شرح لمعہ میں شروط مندرجہ بالا کے ساتھ یہ شرط بھی مذکور ہے "لم یسمع صوتھا اجانب الرجال" یعنی اوسکی آواز اجنبی مردوں تک نہ پہونچتی ہو۔ ان تمام شرائط اباحت غناء عرس میں سے اکثر احادیث معصومین میں تصریحاً مذکور ہیں اور بعض کا استنباط ہر عاقل اون سے کرسکتا ہے۔ ایک جماعۃ علماے شیعہ غناے عروسی کے متعلق بھی حرمت کی قائل ہے۔ کتب فقہیہ اسکی شاہد ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے لہذا اوسکی بناء پر کوئی الزام مذہب شیعہ پر وارد نہیں ہو سکتا۔

(۴) فرقہ مرزائیہ غلام احمد صاحب کو اگرچہ تمام انبیاء سے افضل مانتا ہو مگر صاحب شریعت

بنی ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ اونکی محض ظلی و بروزی بنوت کا قائل ہے۔ اس اصطلاح کے کوئی معنی سوا اسکے نہیں ہو سکتے کہ وہ بنی صاحب شریعۃ نہ تھے بلکہ احکام شریعۃ اسلام کے پیرو تھے لہذا ہر مسئلہ میں اون کے مقلدین پر انھیں احکام کی پابندی فرض ہوگی جو احادیث و اخبار اسلام میں مذکور ہیں۔ عامہ مسلمین کے مذہبی احکام کا مدار جن کتب صحاح و غیر صحاح پر ہے اونھیں پر عمل کرنا مرزائیوں پر اس سبب سے فرض ہوگا کہ قادیانی مدعی بنوت نے کوئی شریعۃ جدیدہ جاری نہیں کی تھی اور نہ کوئی ذخیرہ مذہبی احکام کا دنیا کے سامنے پیش کیا تھا جو اون کے احکام شرعیہ کا منسوخ قرار دینے والا ہو جن پر عامہ مسلمین عمل کرتے ہیں۔

احمدی مبلغ کو شیعوں پر الزام عائد کرنے کے وقت اون مرویات اسلامیہ سے چشم پوشی اور غفلت نہ کرنی چاہیئے تھی جو کتب صحاح میں بکثرت موجود ہیں اور اون سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ عامہ مسلمین کی شریعۃ (جسکی پیروی مقلدین مرزا صاحب پر بھی فرض ہے) یہی نہیں کہ گانے بجانے تھرکنے ناچنے کی بے روک ٹوک اجازت دیتی ہے بلکہ اس قسم کے جملہ افعال کو سنت پیغمبر و سیرت بزرگان دین قرار دیتی ہے اور مستحبات شرعیہ کا مرتبہ دینے میں کچھ بھی تامل نہیں کرتی۔ اونھیں مرویات کی بنا پر حجۃ الاسلام امام غزالی کتاب احیاء العلوم میں فرما گئے ہیں :-

فھذہ الاحادیث کلھا فی الصحیحین وھو نص صریح فی ان الغناء واللعب لیس بحرام وفیھا دلالۃ علی انواع من الرخص الاول اللعب ولا یخفی عادۃ الحبشۃ فی الرقص واللعب والثانی فعل ذٰلک فی المسجد والثالث قولہ دونکم یا بنی ارفدۃ وھذا امر باللعب	اس عبارت کا محصل یہ ہے کہ یہ تمام حدیثیں صحیحین میں موجود ہیں اور یہ نص صریح ہے اس بات پر کہ غنا اور لعب حرام نہیں ہے اور ان احادیث میں رخصت و اباحت کئی نوع سے ہے۔ اوّل لعب (کا مباح ہونا) اور رقص و لعب کے متعلق حبشیوں کی جو عادت ہے وہ مخفی نہیں دوم۔ مسجد نبی میں رقص و لعب کا واقع کیا جانا۔ سوم۔ آنحضرتؐ کا قول "دونکم یا بنی ارفدۃ" حکم ہے لعب کا اور اس کا التماس ہے (جب خود آنحضرتؐ نے کھیلنے

والتماس له فكيف يقدر كونه حراماً والرابع منعه لابي بكر و عمر رض عن الانكار و التغيير و تعليله بانه يوم عيد اى هو وقت سرور وهذا من اسباب السرور والخامس وقوفه طويلاً في مشاهدة ذلك وسماعه موافقة لعائشه وفيه دليل على ان حسن الخلق في تطييب قلوب النساء والصبيان بمشاهدة اللعب احسن من خشونة الزهد والتقشف في الامتناع والمنع منه والسادس قوله ابتداء لعائشة اتشتهين ان تنظرى ولم يكن ذلك عن اضطرار الى مساعدة الاهل خوفاً من غضب اووحشة فان الالتماس اذا سبق ربما كان الرد سبب وحشة وهو محذور فيقدم محذور على محذور فاما ابتداء السؤال فلا حاجة فيه والسابع الرخصة في الغناء والضرب بالدف

ناچنے کا حکم صادر فرمایا تو) اس کا حرام ہوتا کیونکر فرض کیا جا سکتا ہے۔ چہارم۔ ابوبکر وعمر کو آنحضرتؐ کیطرف سے منع کیا جانا کہ وہ گانے بجانے والی کنیزوں کے مشغلہ کو متغیر نہ کریں اونکو اونکی حالت پر چھوڑ دیں اور اسکی علت یہ قرار دینا کہ یہ عید کا دن ہے یعنی یہ سرور کا وقت ہے اور یہ افعال اسباب سرور ہیں۔ پنجم۔ خود آنحضرتؐ کا بہ نفس نفیس دیر تک اوس کا مشاہدہ کرنے اور سننے میں مشغول رہنا عائشہ کی موافقت کی غرض سے۔ اور اسمیں اسکی بھی دلیل موجود ہے کہ عورتوں اور بچوں کے دلوں کو خوش کرنے کے لئے کھیلوں کا مشاہدہ کرنے میں حسن خلق کا اظہار زہد خشک اختیار کرنے سے بہتر ہے اور اوس سے باز رہنے اور باز رکھنے میں شدت اختیار کرنے سے خوب تر ہے۔ ششم۔ آنحضرتؐ نے خود ابتداءً عائشہ سے فرمایا تھا کہ "کیا تم حبشیوں کا ناچ دیکھنا چاہتی ہو؟" ایسا نہیں ہوا کہ (عائشہ کیطرف سے پہلے اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہو اور) حضرت نے اونکی ناراضی و وحشت کے خوف سے مضطر ہو کر فرمایا ہو۔ جب ایک جانب سے التماس سابق ہوا ہو تو اکثر اوس کا رد کر دینا سبب وحشت و ناراضی ہوا کرتا ہے اور چونکہ یہ امر محذور ہے اس لئے ایک محذور سے بچنے کے لئے دوسرا محذور اختیار کر لیا جاتا ہے (مگر یہاں تو ایسا نہیں ہوا بلکہ خود آنحضرتؐ ہی

من الجاريتين مع انه شبه
ذلك بمزمار الشيطان وفيه بيان
ان المزمار المحرم غير ذلك والثامن
ان رسول الله ص كان يقرع سمعه
صوت الجاريتين وهو مضطجع
ولو كان يضرب بالاوتار في موضع
لما جوز الجلوس ثم يقرع صوت
الاوتار سمعه فيدل هذا على
ان صوت النساء غير محرم تحريم
صوت المزامير بل انما يحرم عند
خوف الفتنة فهذه المقائيس
والنصوص تدل على اباحة الغناء
والرقص والضرب بالدف واللعب
بالدرق والحراب والنظر الى رقص
الحبشة والزنوج في اوقات السرور
كلها قياسا على يوم العيد فانه
وقت سرور في معناه يوم العرس
والوليمة والعقيقة والختان و
يوم القدوم من السفر وسائر اسباب
الفرح وهو كل ما يجوز به الفرح
شرعاً ويجوز الفرح بزيارة الاخوان
ولقائهم واجتماعهم في موضع

کیطرف سوال پہلے وارد کیا گیا ہے اس لئے اس رقص و
سرود کے محذور ہونیکی کوئی وجہ نہیں) ہفتم۔ کنیزوں کو گانے اور
دف بجانیکی اجازت دینا باوجود اسکے کہ اس فعل کو مزمار شیطان
کہا گیا تھا (کہنے والے حضرات شیخین تھے) اس سے معلوم ہوا کہ مزمار
حرام کچھ اور ہے۔ ہشتم۔ آنحضرت لیٹے تھے اور آپ کے
سمع مبارک تک کنیزوں کی آوازیں پہونچ رہی تھیں۔ یہ امر
دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ عورتوں کی آوازیں اوسطرح حرام نہیں
ہیں جس طرح صوت مزامیر کی حرمت ہے بلکہ عورتوں کی
آوازیں اوس وقت حرام ہونگی جب فتنہ پڑ جانے کا ڈر ہو
پس یہ نصوص اس امور دلالت کرتے ہیں کہ گانا بجانا۔
ناچنا اور آلات حرب نیزہ وغیرہ سے کھیلنا اور حبشیوں
کے رقص کا مشاہدہ کرنا تمام اوقات سرور میں
مباح ہے۔ قیاس کرکے روز عید پر
(جس میں آنحضرت ص کی طرف سے مباح کیا
جانا اون احادیث مذکورہ سے ثابت ہے جو
صحیحین میں مذکور ہیں) اور اسی کے حکم میں
روز عروسی اور ولیمہ وعقیقہ وختنہ
اور وہ دن بھی ہے جس میں کوئی شخص سفر
سے وطن میں واپس آئے اور تمام اسباب فرحت
اسی حکم میں ہیں یعنی وہ تمام مواقع جن میں
خوشی کا اظہار شرعاً جائز ہے۔ اور
جائز ہے خوش ہونا بھائیوں کی

واحد علے طعام او کلام فھوایضاً مظنۃ السماع۔ جلد دوم صہ ۱۸۹ - ۱۹۰	ملاقات سے اور ان کے اجتماع سے کسی ایک جگہ اور ایک کھانے کے اوپر۔ پس یہ بھی مواقع سماع ہیں۔

نیز محدث عبدالحق دہلوی جن کا فتوےٰ احمدی مبلغ نے دربارہ تکفیر شیعہ نقل کیا ہے۔ ترجمہ مشکوۃ میں کہتے ہیں "یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ دف بجانا اور اشعار پڑھنا ظاہر ہے کہ غنا اور راگ ہو اور مثل ایسے مقامات کے مباح ہے۔ آنحضرتؐ نے اوسکو منع نہیں کیا بلکہ فرمایا وہی کہو جو پہلے کہتی تھی اور اسی جگہ سے ہے کہ اُن لوگوں کے نزدیک جو راگ کو حلال جانتے ہیں مرد یا عورت سے سُننے میں کوئی فرق نہیں کرتے"۔

احمدی مبلغ کو یہ سمجھنا چاہئیے تھا کہ اگر غناء عروسی کے جائز و مباح ہونے کے متعلق بعض روایات و اقوال کا کتب شیعہ میں پایا جانا تکفیر شیعہ کی بنا قرار پائیگا تو علمائے سواد اعظم اسی بنا پر اکفرالکافرین ٹھہرینگے۔ کیونکہ بعض احادیث شیعہ و اقوال علما سے صرف اسی قدر ظاہر ہوتا ہے کہ زفاف عرائس کے رسوم انجام دینے والی مغنیات کا گانا ان شرطوں سے جائز ہے کہ اوسمیں باطل و بیہودہ اشعار و کلمات نہ ہوں آلات لہو و لعب استعمال نہ کئے جائیں اونکی آوازیں غیر محرم مرد نہ سُنیں برعکس اس کے سواد اعظم کے ائمہ دین و علمائے محققین نہایت خندہ پیشانی سے ہر قسم کے گانے بجانے ناچنے کو ہر تقریب سرور میں مباح و جائز و مشروع و حلال بلکہ مسنون و مستحب قرار دیتے ہیں۔ بغیر اسکے کوئی انسان اتباع سنت نبی و سیرت بزرگان دین کا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور فتوے عام دیتے ہیں کہ عورتیں بے تکلف اور بدون تامل اجنبی مردوں کے سامنے گائیں اور لہو و لعب کے کرتب دکھائیں اونکو سُنانا دکھانا اور مردوں کو سننا دیکھنا حلال شرع محمدی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مرزائی | (۸) ابوبصیر اور اس کے اصحاب جو راویان احادیث اہلبیت ہیں نبیذ شراب پیتے تھے۔

اقول جس روایت میں اس کا تذکرہ ہے اوس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ راویان احادیث ایک غلط فہمی کی بنا پر نبیذ پانی ملا کر پیا کرتے تھے اون کو یہ خیال تھا کہ پانی ملانے سے کیفیت سکر باقی نہیں رہتی اس طرح استعمال کرنا حرام نہ ہوگا۔ جناب ابو عبداللہ علیہ السلام نے اون پر واضح فرما دیا کہ پانی کسی مسکر کو حلال نہیں بناتا لہذا اوس کے قلیل وکثیر سب سے پرہیز کرو۔ نہایت افسوس ہے کہ آپ نے اتنی سی بات کو مذہب شیعہ کے خلاف طعن والزام بنا دینے کی فکر میں یہ نہ دیکھا کہ نبیذ شراب کو تو اس کا شرف حاصل ہے کہ حضرت عمر مرتے دم تک اوس کا جام بے تکلف نوش فرماتے رہے۔ آپ کیفیت سکر دور کرنے کے لئے پانی کی آمیزش بھی ضروری نہیں سمجھتے تھے کتاب استیعاب ابن عبدالبر میں ہے "قال ادعوالی الطبیب فدعی الطبیب فقال ای الشراب احب الیک قال النبیذ فسقی نبیذ فخرج من بعض طعناتہ الخ" یعنی حضرت عمر نے طبیب کے بلانے کا حکم دیا جب وہ آیا تو اوس نے اون سے پوچھا کہ تم کو کون سا شربت زیادہ پسند ہے۔ حضرت عمر نے کہا نبیذ۔ تب اونکو نبیذ شراب پلائی گئی جو زخموں کی راہ سے باہر نکل آئی۔

مرزائی (۹) اگر نماز کے آخری سجدہ کے بعد شیعہ گوز مارے تو نماز درست ہو جاتی ہے۔

اقول جب انسان میں مادہ فہم موجود نہ ہو تو اوس کو احادیث پر نظر کرنے اور ہوس سخن فہمی سے گریز کرنا چاہیئے تاکہ خواہ مخواہ رسوائے خلق نہ ہو سکے دیکھئے اسی کتاب استبصار میں وہ احادیث موجود ہیں جن میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ نماز میں تشہد اور تشہد میں صلوۃ برمحمد وآل محمد علیہم السلام واجب ہے اگر بھولے سے بھی انسان نے نماز میں اس کو ترک کیا ہو تو اعادہ نماز لازم ہوگا۔ چنانچہ استبصار صہ ۱۷۲ میں جو حدیث زرارہ منقول ہے اوس میں بتایا گیا ہے "وان لم یذکر شیئاً من التشہد اعاد الصلوۃ" اگر تشہد کچھ بھی یاد نہ آئے تو نماز دوبارہ

پڑھے ۔ نیز تشہد میں وجوب صلوۃ علے محمد وآل محمد علیہم السلام کے متعلق ارشاد ہوا ہے "من ترک ذلک متعمداً فلا صلوٰۃ لہ" جو درود بر محمدؐ و آل محمد صلعم عمداً ترک کرے اوسکی نماز نہیں ہوگی ۔ پھر جس ص۱۷۳ سے آپ نے اپنے مطلب کی حدیث نقل کی ہے اوسی صفحہ پر متعدد احادیث ایسی موجود ہیں جن سے وجوب تشہد کا ثبوت صریح ملتا ہے ۔ دیکھو حدیث کا یہ فقرہ "قلت فما یجزی من التشہد فی الرکعتین الاخیرتین فقال الشہادتان یعنی میں نے حضرت سے پوچھا کہ آخر کی دونوں رکعتوں کے تشہد میں کس چیز کا پڑھنا کافی ہے ۔ فرمایا شہادتین کا۔

نیز اسی ص۱۷۳ میں یہ حدیث موجود ہے قال سألت ابا جعفر علیہ السلام عن ادنے ما یجزی من التشہد قال الشہادتان یعنی میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ تشہد میں کم از کم کیا چیز ہونی چاہئے ۔ فرمایا شہادتین ۔ پھر اسی صفحہ پر شیخ ابوجعفر علیہ الرحمہ نے وجوب تشہد پر استدلال کی غرض سے یہ حدیث نقل کی ہے

عن محمد بن مسلم قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام التشہد فی الصلوۃ قال مرتین مرتین قال قلت وکیف مرتین قال اذا استویت جالساً فقل اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ ثم تنصرف قال قلت لہ قول العبد التحیات للہ والصلوات الطیبات للہ قال ھذا اللفظ من الدعاء یلطف العبد ربہ۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے نماز میں تشہد پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا دو مرتبہ دو مرتبہ ۔ میں نے عرض کی کہ دو مرتبہ کس طرح ؟ فرمایا جب تم سیدھے بیٹھ جاؤ تو کہو اشہد ان لا الہ الا اللہ الخ میں نے عرض کی کہ التحیات للہ والصلوات الطیبات للہ بھی تو تشہد میں شامل ہے کہ یہ الفاظ دعا ہیں جن سے بندہ اپنے رب کی مہربانی طلب کرتا ہے (واجب نہیں ہیں)

احادیث مندرجہ بالا کو ایک مرتبہ عاقلانہ انداز سے دیکھ لینے کے بعد اس میں شک

باقی نہیں رہ سکتا کہ جہاں تشہد کو سنت کہا ہے وہاں سنت کی وہ دعائیں مقصود ہونگی جو مقدار واجب یعنی شہادتین اور صلوۃ علے النبیؐ و آل النبیؐ کے علاوہ ہیں اسی بنا پر جناب شیخ ابوجعفر علیہ الرحمہ اوس حدیث کے ذیل مین جس کے اندر تشہد کو سنت کہا گیا ہے ارشاد کرتے ہیں:۔

فالوجہ فی ھذ الخبران نفی الوجوب انما توجہ الے ما زاد علے الشہادتین لانہ مستحب ولیس بواجب مثل الشہادتین۔	اس حدیث میں وجہ یہ ہے کہ نفی فقط اون الفاظ دعا کی طرف راجع ہے جو شہادتین کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ وہ مستحب ہیں شہادتین کی طرح واجب نہیں ہیں۔

مرزائی مبلغ اس مقام پر اپنی عقلمندی کا اظہار فرماتے ہوئے مولوی حافظ کفایت حسین صاحب کو یوں خطاب کرتے ہیں "جناب مولوی صاحب۔ آپکی توجیہ سریحاً غلط ہے اول تو اس لئے کہ امام معصوم کے قول کو کوئی مجتہد یا عالم اپنے قیاس سے مسترد نہیں کر سکتا الے آخر الهفوات"۔ یہ کلام صاف بتا رہا ہے کہ کسی حدیث کو قیاس سے مسترد کرنے اور جمع بین الروایات میں جو فرق ہے اسکے سمجھنے سے احمدی مبلغ صاحب نہایت عاجز ہیں پھر اس بندۂ خدا کو کیونکر باور کرایا جائے کہ علمائے شیعہ نے اس مقام پر نہ قیاس ہی سے کسی طرح کام لیا ہے اور نہ قول امام معصوم کو مسترد کیا ہے بلکہ وہ صورت اختیار کی ہے جس سے قول امام معصوم مسترد نہ ہوسکے۔ علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جب روایات میں بظاہر کچھ تعارض و اختلاف معلوم ہوتا ہے تو اون کو ایسے معانی و مطالب پر محمول کرتے ہیں جن سے وہ روایات اپنے اپنے مقام پر باعتبار معنی صحیح قرار پائیں کوئی مسترد نہ ٹھہرے۔ اس مقام پر بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ یعنی بعض روایات میں تشہد کا واجب ہونا صریحاً مذکور ہے اور وہ روایات وہ ہیں جن میں سہو و نسیان

کی حالت میں بھی تشہد کا ترک ہو جانا نماز کے باطل ہو جانے کا سبب قرار دیا گیا ہے اور بعض روایات میں تشہد کو سنت کہا گیا ہے اور قبل تشہد وقوع حدث کو سبب بطلان صلوۃ نہیں قرار دیا گیا ہے۔ ان دو قسموں کی روایات کے درمیان جمع کرنے کی وہ صورت ہوسکتی ہے جو علمائے شیعہ نے اختیار فرمائی ہے۔ یعنی جن روایات میں وجوب تشہد مذکور ہے اون میں تشہد سے مقدار شہادتین مراد لی جائے جیسا کہ احادیث کثیرہ میں صریحاً مذکور ہے اور جہاں تشہد کو سنت کہا ہے وہاں وہ دعائیں مراد ہوں جو شہادتین کے علاوہ ہیں۔ اس طرح دونوں قسم کی روایات پر عمل درست ہوگا کوئی بھی مسترد نہ ٹھہرے گی۔ احمدی مبلغ کو آجتک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ فرقہ حقہ امامیہ قیاس کو کار شیاطین سمجھتا ہے اور احکام شرعیہ میں اوسکو دخل دینا قطعاً حرام جانتا ہے۔ علاوہ اسکے صاف ظاہر ہے کہ مبحث تشہد میں جمع بین الروایات کی غرض سے علمائے شیعہ نے جو کچھ فرمایا ہے اوسکی بنا ارشادات معصومین علیہم السّلام پر قائم ہے۔ قیاس سے اوس کو کوئی علاقہ ہی نہیں۔ وہ احادیث اوپر نقل کیجگئی ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرات معصومین نے صرف شہادتین کو تشہد واجب فرمایا ہے ان سے زیادہ جو کچھ دعائیں ہیں اون کو مستحب و غیر واجب بتایا ہے حضرات علمائے کرام نے جمع بین الروایات کی غرض سے جو توجیہ و تاویل پیش کی ہے وہ انھیں ارشادات پر مبنی ہے نہ کہ قیاس پر۔ اگر کوئی شخص ایسا سمجھتا ہے تو یہ اوسکی خوش فہمی کا واضح ثبوت ہے چونکہ احمدی مبلغ کے مقابلہ میں علمی مباحث کو طول دینا بھینس کے آگے بین بجانے سے بھی زیادہ فضول کام ہے اس لئے صرف اسی گذارش پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں کہ اگر تشہد کو سنت ہی قرار دیا جائے اور اوس سے قبل وقوع حدث کو بطلان نماز کا سبب ٹھہرایا جائے تو اس صورت میں بھی اعتراض کی گنجائش کہاں نظر آتی ہے۔ آپ نے جو حدیث محل اعتراض میں پیش کی ہے اوس کا صریح و صاف

مطلب یہ ہے کہ آخری سجدہ کے بعد نماز تمام ہوجاتی ہے۔ تشہد واجبات نماز میں داخل نہیں ہے تاکہ اوس میں خلل واقع ہونے سے نماز فاسد ہوجائے لہذا اگر بعد سجدہ آخرہ تشہد پڑھنے سے پہلے حدث صادر ہوجائے تو نماز میں خلل نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اوس حدث کے وقوع سے پہلے ہی تمام ہوچکی ہوگی۔ البتہ مصلی کو چاہئے کہ دوبارہ وضو کرکے تشہد پڑھ لے تاکہ یہ عمل مستحب بھی ادا ہوجائے۔ اسکے ثواب سے محروم نہ رہے۔ ناظرین کرام احمدی مبلغ سے روح مرزائیۃ کی قسم دیکر پوچھ سکتے ہیں کہ آپکا یہ الزام کہ "اگر نماز کے آخری سجدہ کے بعد شیعہ گوز مارے تو نماز درست ہوجاتی ہے" گوز شتر سے بھی زیادہ قابل نفرت اور علامت خبث باطن وجہالت ہے یا نہیں۔ صورت اولے اس مقام پر زیادہ واضح نظر آتی ہے کیونکہ جب حدیث منقول کے مفاد کی بناء پر بعد سجدہ اخیرہ نماز تمام ہوگئی اور تشہد واجبات نماز میں داخل نہیں ہے تو قبل تشہد کسی قسم کا حدث واقع ہونا درستی نماز میں خلل انداز کیوں ہوگا اور کسی طعن والزام کی گنجائش کہاں مل سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض روایات شیعہ میں سجدہ آخرہ پر نماز کا تمام ہوجانا مذکور ہے تشہد واجبات نماز میں داخل قرار نہیں دیا گیا ہے۔ پھر آپ کو اس میں کیا اعتراض ہے اور قابل الزام کون سا امر نظر آتا ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ اکثر افعال صلوۃ کے بارے میں بین المسلمین اختلاف ہے کسی فعل کو ایک مذہب والے واجب جانتے ہیں مگر دوسرے مذہب والے اوسکے وجوب کے قائل نہیں ہیں پھر اگر آپ یہ دیکھکر کہ بعض روایات شیعہ میں تشہد کو سنت بتایا ہے اعتراض پر کمربستہ ہوں گے تو سوا اسکے کہ آپ کے فرائض میں مشکلات کا معتد بہ اضافہ ہو اور کوئی فائدہ نہ ہوگا اگر آپ کو اپنے مشکلات کا بوجہ عدم بصیرت ونا واقفیت احساس نہیں ہے تو از راہ ہمدردی مجھے اون پر متنبہ کردینے میں دریغ نہیں ہوسکتا لہذا نہایت خلوص سے یہ گذارش کیجاتی ہے کہ آپ تو فقط ایک ہی روایت شیعہ میں یہ دیکھ کر کہ بعد سجدہ اخیرہ وقوع حدث

سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ تشہد واجب نہیں بلکہ سنت ہے ہوس اعتراض آفرینی میں مبتلا ہو گئے اور نہ دل پر قابو رکھ سکے۔ نہ دست وقلم پر اختیار رہا۔ پھر کیا جناب والا کی حالت اون روایات اہلسنت کو دیکھکر متغیر نہ ہوگی جو باعتبار مضامین روایت شیعہ کی ہم پلہ ہیں اور کثرت میں بہت زیادہ ہیں۔ میں اون روایات کو حاضر خدمت کرتا ہوں خود بھی ملاحظہ کیجئے اور اون علمائے اسلام کو بھی دکھائیے جن سے آپ نے کفر شیعہ کے فتاوے حاصل کئے ہیں اور آپس میں مشترکہ فیصلہ کر لیجئے کہ آخری سجدہ کے بعد گوز مارنے سے نماز کا درست ہونا شیعوں ہی کے لئے مخصوص ہے یا حضرات اہلسنت بھی بنا بر احادیث کثیرہ بے خوف وخطر اس عمل کے مجاز ہیں اور احمدی حضرات بھی بے روک ٹوک اون کے ہم آواز وہمنوا ہو سکتے ہیں انشاء اللہ کسی دھما کے سے اونکی نمازوں کو خطرہ نہ ہوگا۔ البتہ اس کا خیال رکھنا ضروری ہی کہ جو کچھ بھی ہو بعد سجدہ اخیرہ ہو۔

(۱) قال اذا اتم الرکوع والسجود ثم احدث فقد تمت صلوتہ (ابن جریر)	جب رکوع اور سجود تمام ہو چکے اسکے بعد حدث واقع ہو تو نماز تمام ہو گئی۔
(۲) اذا رفع المصلی راسہ من آخر سجدۃ ثم احدث فقد مضت صلوتہ۔	جب نمازی آخری سجدے سے سر اُٹھائے پھر حدث واقع ہو تو نماز اسکی تمام ہو گئی (لہذا حدث واقع ہونا مضر نہیں، کنز العمال ج ۴ ص ۲۰۹)
(۳) اذا رفع الامام راسہ من الرکعۃ الرابعۃ واحدث فقد تمت صلوۃ من خلفہ	جب امام چوتھی رکعت سے سر اوٹھا چکے اور حدث واقع ہو تو اسکے پیچھے اقتداء کرنے والوں کی نماز تمام رہیگی۔
(۴) اذا قعد الامام فی آخر رکعۃ من صلوتہ ثم احدث	جب امام آخر رکعت میں نماز کے بیٹھ چکے پھر حدث واقع ہو قبل

قبل ان یتشهد فقد تمت صلوته ۔

(۵) اذا احدث الامام فی آخر صلوته حین یستوی قاعداً فقد تمت صلوته وصلوٰة من ورائه علی مثل صلوته ۔

(۶) اذا احدث الامام بعد ما رفع راسه من آخر السجود واستوی جالساً تمت صلوته وصلوٰة من خلفه ممن أتم به ممن ادرك معه اول الصلوٰة ۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۱۰۵)

(۷) اذا جلس الامام فی آخر رکعته ثم احدث رجل من خلفه قبل ان یسلم الامام فقد تمت صلوته (کنز العمال ج ۴ ص ۱۰۵)

تشہد پڑھنے کے تو نماز تمام رہیگی (باطل نہ ہوگی)

اگر حدث واقع ہو امام کو آخر نماز میں جب کہ وہ درست بیٹھ چکا ہو تو نماز اوس کی تمام رہے گی اور اوس کی نماز کی طرح اوس کی اقتدار کرنے والوں کی نماز بھی تمام رہے گی ۔

اگر حدث واقع کرے امام بعد اسکے کہ اوس نے سر آخری سجدہ سے بلند کرلیا ہو اور درست بیٹھ چکا ہو تو اوسکی نماز درست رہے گی ۔ اور اسیطرح اون لوگوں کی نماز بھی جو اوسکی اقتدار کرنے والے ہیں جنھوں نے اول صلوٰۃ کو اوس کے ساتھ پالیا ہے ۔

جب آخر رکعت میں امام بیٹھ جائے اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے کوئی حدث واقع کرے قبل اسکے کہ امام نے سلام پڑھا ہو تو اوسکی نماز درست و تمام رہے گی ۔

غالباً مرزائی صاحبان انھیں روایات سبعہ کو ملاحظہ فرماکر اس کا اطمینان حاصل کرلیں گے کہ مذہب اہلسنت میں تشہد کا واجبات نماز میں شمار نہ ہونا اور بعد سجدہ اخیرہ و قبل تشہد وقوع حدث کا مبطل صلوٰۃ نہ ہونا سیارات سبعہ سے بھی زیادہ روشن و ظاہر ہے ۔ نماز منفرداً پڑھی جائے یا با جماعت اور وقوع حدث امام کی جانب سے ہو یا اقتدار کرنے والوں کی طرف سے ۔ راویان احادیث سبعۂ مذکورہ

اسکی ضمانت کرتے ہیں کہ اوس سے نماز کی کسی طرح ہو اخیزی نہیں ہو سکتی جب کہ سجدہ اخیرہ تمام ہوچکا ہو تو وقوع احداث سے تشہد کی بہ باری نماز کو کسی قسم کا صدمہ پہونچا نہیں سکتی۔

مرزائی (۱۰) اگر شیعہ بحالت روزہ اپنے غلام بچہ کی وطی فی الدبر کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اقول صاحب شرائع الاسلام نے فرمایا ہے و فی فساد الصوم بوطی الغلام تردد و ان حرم (وطی غلام سے روزہ کے فاسد ہونے میں تردد ہے اگرچہ یہ فعل حرام ہے) اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب شرائع اس مسئلہ میں متردد ہیں اور آپ نے توقف پر عمل کیا ہے روزہ کے صحیح یا فاسد ہونے کے متعلق کوئی فتوے نہیں دیتے۔ لہذا وطی فی الدبر سے روزہ کے نہ ٹوٹنے کے متعلق صاحب شرائع کے قول کا حوالہ دینا جہالت وخبث باطن کی دلیل ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ وطی فی دبر الغلام خواہ انزال ہوا ہو یا نہیں قطعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے لیکن کسی فعل کا حرام ہونا اور ہے اور سبب بطلان صوم ہونا امر دیگر۔ یہ لازم نہیں کہ ہر فعل حرام فساد روزہ کا سبب ہو جائے۔ فرق اسلام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ کسی فعل کا حرام ہونا روزہ ٹوٹ جانے کا سبب ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً جھوٹ بولنا۔ مومن کی غیبت کرنا یتیم پر ظلم کرنا۔ مومن کو قتل کر ڈالنا۔ مسجد کو ڈھا دینا وغیرہ وغیرہ افعال وہ ہیں جو نصوص قرانی کی رو سے جرم عظیم ہیں مگر کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ ان افعال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وطی فی دبر الغلام انزال ہوجانے کی صورت میں بدون اختلاف مبطل صوم ہے لیکن اگر انزال نہ ہوا ہو تو اس صورت مسئلہ کے متعلق کوئی نص صریح حدیث میں موجود نہیں ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں بدون تفریق شیعہ وسنی ہر ایک فرقہ کی کتب احادیث میں ایسی روایات موجود ہیں

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ التقائے ختانین سبب وجوب غسل و قضاء صوم ہوتا ہے بنا بریں بعض علماء نے جن میں صاحب شرائع الاسلام بھی ہیں اس مسئلہ میں فتوے دینے سے توقف فرمایا ہے۔ مگر اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ بطلان صوم کا حکم جاری کرنا ہی احوط ہے اس مطلب کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ مسئلہ مذکورہ کے متعلق نص قرآن و حدیث موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ حضرات کوئی فتوے ایسا نہیں دے سکتے جو کتاب و سنت پر مبنی ہو مگر اس میں کسی کو تردد نہیں کہ مبطل صوم قرار دینا ہی مقتضائے احتیاط و سبیل نجات ہے۔ لہذا احمدی مبلغ کا یہ الزام "اگر شیعہ بحالت روزہ الخ"۔ سفید جھوٹ اور محض بہتان ہے۔ کتاب شرائع وغیرہ کا حوالہ دینا "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مکمل ثبوت دینا ہے اور لعنۃ اللہ علے الکاذبین کا پورا استحقاق حاصل کرنا۔

بعض علماء کے علاوہ دیگر علماء کرام نے وطی فی دبر الغلام کے باب میں سبب بطلان صوم ہونے کا فتوے دینے میں توقف و تردد نہیں فرمایا ہے چنانچہ جناب شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ان وطی الغلام دالدابر مفسد للصوم و یجب القضاء والکفارہ (مبسوط)	وطی غلام و چارپایہ روزہ کی مبطل ہے اور قضا و کفارہ واجب ہوتا ہے۔

نیز مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام میں ہے۔

اما الوطی فی الدبر فان کان مع الانزال فلا خلاف بین العلماء فی انہ مفسد للصوم وان کان بدون الانزال فالمعروف من مذہب الاصحاب	وطی فی الدبر اگر انزال کے ساتھ ہو تو اوس کے مفسد صوم ہونے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر بدون انزال ہو تو اصحاب کا مشہور مذہب یہی ہے کہ وہ ایسی ہی

(نہ کن للہ الخ | (مبطل صوم) ہوگی۔

نیز حاشیہ شرائع میں ہے۔ شرائع مطبوعہ لکھنؤ ص۷۵

ان الاصح وجوب الغسل بوطی الغلام فیکون مفسداً للصوم | وطی غلام سے غسل کا واجب ہونا اصح ہے لہذا یہ فعل مفسد صوم بھی ہوگا۔

بحمد اللہ یہ واضح ہوگیا کہ علمائے ملتہ حقہ میں کوئی فرد ایسی نہیں جو وطی فی الدبر کو مفسد صوم نہ ٹھہراتی ہو اگر کسی نے بذریعہ نصوص صریحہ قرآن و احادیث فتوے دینے کا موقع نہ پانے کی وجہ سے تردد و توقف کیا ہے تو ان کے نزدیک بھی مقتضائے قاعدہ یہی ہے کہ فساد صوم کا حکم لگایا جائے۔ اب چلتے چلتے علمائے سواد اعظم کے مندرجہ ذیل اقوال کی بھی سیر کرلینی چاہیئے۔

(۱) ولو وطی میتۃ او بھیمۃ او فی غیر فرج و ھو التفخیذ و قبل او لمس ان انزل قضی و الا فلا (شرح وقایہ) | اگر میتہ یا چوپائے یا فرج کے سوا دوسرے مقام میں وطی کرے جس کو تفخیذ کہتے ہیں۔ یا بوسہ لیا جائے یا لمس کیا جائے۔ ان صورتوں میں اگر انزال ہو جائے تو قضا کرے ورنہ نہیں

(۲) اذا جامع بھیمۃ او میتۃ او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل لا یفسد صومہ و ان انزل فی ھذہ الوجوہ کان علیہ القضاء دون الکفارۃ (فتاوی قاضی خاں) | جب روزہ دار چارپایہ یا میت سے جماع کرے یا فرج کے سوا اور جگہ میں جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اوس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اگر انزال ہو جائے تو اوس پر صرف قضا ہے کفارہ واجب نہیں۔

(۳) فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب الصوم میں ہے۔

واختلفوا ایضاً ھل یلحق الوطی فی الدبر بالوطی فی القبل | یعنی اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وطی فی الدبر وطی فی القبل سے ملحق ہے یا نہیں؟

ان اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ علمائے اہلسنت کے نزدیک وطی غیر فرج میں اگر انزال نہ ہو تو قطعاً روزہ کے بطلان کا سبب نہیں نہ اوس پر قضا واجب ہے اور نہ کفارہ اور بحالت انزال بھی روزہ دار پر صرف قضا لازم ہے کفارہ واجب نہیں۔

مذکور بالا بیان سے اقوال علمائے شیعہ و اہل سنت میں حسب ذیل فرق صاف نمایاں ہوتا ہے۔

(۱) علمائے شیعہ وطی فی الدبر کو بحالت انزال بالاتفاق سبب قضاء و کفارہ بتاتے ہیں مگر علمائے اہلسنت کے نزدیک صرف قضا واجب ہے کفارہ کی ضرورت نہیں

(۲) علمائے شیعہ کی اکثریت کا قول معروف یہی ہے کہ وطی فی الدبر بحالت عدم انزال بھی مفسد صوم ہے اور موجب قضا و کفارہ۔ برعکس اس کے علمائے اہل سنت کے نزدیک اس فعل سے روزہ قطعاً فاسد نہیں ہوتا۔

(۳) علمائے شیعہ میں سے جن حضرات نے وطی فی الدبر بدون انزال کی بابت صریح فتوے دینے سے توقف فرمایا ہے وہ بھی اسکے قائل ہیں کہ بنا بر قاعدہ احتیاط اس فعل کو مبطل صوم و موجب قضا و کفارہ قرار دینا چاہیئے۔ برخلاف اسکے علمائے اہلسنت بے توقف و بدون تامل اوس کو سبب فساد صوم و موجب قضا و کفارہ نہیں سمجھتے۔

اگر احمدی صاحبان کے خمیر میں کچھ بھی بوئے ایمان و انصاف ہے تو فیصلہ فرمائیں کہ لائق تکفیر ان میں سے کون لوگ ہیں اور اس مسئلہ کی بنا پر تکفیر شیعہ کا فتوے حاصل کرنے کے لئے علمائے اہلسنت کی جانب رجوع کرنا کہاں تک فعل دانشمندانہ کہا جا سکتا ہے۔

مرزائی (۱۱) شیعہ اگر اپنی عورت کی فرج کو بوسہ دے تو جائز ہے۔

اقول اگر اس جواز میں گنجائش اعتراض نظر آتی ہے تو آپکی عقل کی خوبی ہے

مرزائی (۱۲) اگر ایک شیعہ نوجوان اور اوسکی والدہ حج کو روانہ ہوں اور نوجوان جماع کی خواہش کرے تو اپنے ذکر کے گرد باریک کپڑا لپیٹ کر اپنی والدہ سے مجامعت کرسکتا ہے۔

اقول آپ نے بطفیل برکات مرزائیہ دروغ بافی میں جولانی کمال حاصل کیا ہے اوس کا ایک عمدہ نمونہ آپکا یہ دروغ بے فروغ بھی ہے اگر آپ نے کتاب شرائع ودافی میں اپنے دعوے کا ثبوت مشاہدہ کیا ہے تو بسم اللہ اون کتابوں کی اصل عبارات پیش کیجیے۔ کتاب شرائع میں مجامعت امۃ (یعنی کنیز سے) حج کا فاسد ہونا اور کفارہ کا لازم ہونا البتہ مذکور ہے ممکن ہے کہ آپکی عقل شریف نے لفظ "امۃ" کو "امہ" سمجھ لیا ہو جس سے آپ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہوں پھر بھی ذکر کے گرد باریک کپڑا لپیٹنے کا کوئی تذکرہ اس کتاب میں نہیں ہے۔ لہذا آپکی تحریر علاوہ غلط فہمی کے جعل سازی و دروغ بافی سے بہر حال خالی نہیں ٹھہریگی (عربی میں اَمَۃٌ کا معنے لونڈی ہے)

مرزائی (۱۳) شیعہ اپنی عورت کو فرج اور دبر دونوں طرف سے استعمال کرسکتا ہے

اقول وطی فی الدبر کے جواز کو فرقہ شیعہ کیطرف مطلقاً منسوب کرنا صریح کذب وافترا ہے کیونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے بعض علماء نے اوس کو حرام بتایا ہے اور بعض جواز باکراہت شدیدہ کے قائل ہیں۔ جناب شہید شرح لمعہ میں فرماتے ہیں

الوطی فی دبرھا مکروہ کراھیۃ مغلظۃ من غیر تحریم علے اشھر القولین۔	مشہور ترین قول کی بنا پر وطی فی الدبر مکروہ ہے بکراہتہ شدیدہ حرام نہیں ہے۔

صاحب شرائع فرماتے ہیں۔

والوطی فی الدبر فیہ روایتان اصلھا الجواز وھی المشھور	وطی فی الدبر کے متعلق دو طرح کی روایتیں مروی ہیں ایک قسم کی روایات وہ ہیں جو

بین الاصحاب لکن علی کراھیۃ شدیدۃ	حکم جواز پر مشتمل ہیں اور یہی قول مشہور بین الاصحاب ہے مگر جواز کراہیۃ شدیدہ کے طور پر ہے۔

بالجملہ وطی فی الدبر کے بارے میں علماے امامیہ کے دو قول ہیں ایک قول حرمت مطلقہ کا ہے اور دوسرا قول جواز کا مگر کراہیۃ غلیظہ وشدیدہ کے ساتھ۔ اور بغیر کراہیۃ شدیدہ جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔

علماے عامہ مسلمین بھی اس بات میں اختلاف رکھتے ہیں ایک جماعۃ اوس کے جواز کی قائل ہے اور مثل علماے امامیہ اوسکے جواز میں کراہت شدیدہ کی قید نہیں لگاتی بلکہ وہ اپنے مقلدین سے بدون کراہت استعمال کرانا چاہتی ہے منجملہ اون علماے کرام وارکان مذہب کے عبداللہ بن عمر امام مالک بن انس بھی ہیں۔ امام رازی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

نقل عن نافع عن ابن عمر انہ کان یقول المراد من الآیۃ تجویز ایتان النساء فی ادبارھن وسائر الناس کذبوا نافعاً۔	نافع نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے اس آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر کرنا جائز ہے مگر اور لوگوں نے نافع کو جھٹلایا ہے۔

امام رازی کا یہ کلام محض غلط ہے اور باعث فساد عظیم بھی ہے کیونکہ نافع وہ راوی ہے جسکی روایات سے صحیحین اور دیگر کتب معتبرہ بھری پڑی ہیں اگر اس راوی کو جھوٹا اور مردود قرار دیا جائے تو مذہبی دنیا میں ایک آفت عظیم نازل ہوجائیگی۔ کوئی کتاب احادیث قابل اعتماد واعتبار نہ رہ جائیگی۔

نیز تمام ائمہ اعلام مثل اسحاق بن راہویہ۔ امام مالک۔ بخاری۔ دارقطنی۔ ابن جریر طبرانی وغیرہم نے روایت نافع کو نقل کیا ہے اور اوسکی تکذیب میں ایک لفظ بھی

نہیں کہا ہے بلکہ ابن عبدالبر نے اس کے برخلاف یہ کہا ہے الرواية عن ابن عمر بهذا المعنى صحيحة معروفة مشهورة یعنی جواز وطی فی الدبر کی روایت ابن عمر سے صحیح و معروف و مشہور ہے ۔ لہذا امام رازی کا یہ کہنا "تمام لوگوں نے نافع کو جھٹلایا ہے" بالکل غلط ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ جواز وطی فی الدبر محض ابن عمر ہی سے مروی نہیں ہے بلکہ ابوسعید خدری صحابی بھی اوس کے جواز کے قائل تھے ۔ تفسیر درمنثور میں ہے

اخرج بن راهويه و ابو يعلى وابن جرير والطحاوی فی مشكل الآثار و ابن مردويه بسند حسن عن ابی سعيد الخدری ان رجلاً اصاب امرأته فی دبرها فانكر الناس علی ذلك فانزلت نساءكم حرث لكم الآية

ابن راہویہ و ابویعلے و ابن جریر اور طحاوی نے مشکل الآثار میں اور ابن مردویہ نے سند حسن کے ساتھ ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر کی تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ۔ اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی کہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں

یہ روایۃ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بھی ہے اسمیں یہ بھی ہے ولم تنفرد ابن عمر بروایۃ سبب هذا النزول یعنی اس آیۃ کی یہ شان نزول صرف حضرت ابن عمر ہی نے نہیں بیان کی ہے

اخرج ابن جرير عن ابی مليكة انه سئل عن اتيان النساء فی دبرها فقال اردت من جارية البارحة فاعتاص علی فاستعنت علی ذلك بدهن

ابو ملیکہ سے پوچھا گیا کہ عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر کا حکم کیا ہے کہا کہ خود میں نے ایک کنیز سے گذشتہ رات ایسا ہی کرنے کا ارادہ کیا جب دشواری پیش آئی تو روغن سے مدد لی ۔

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ ابو ملیکہ جیسے تابعین مقدسین جواز استعمال دبر کا فتوے دینے ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ اوس کا عملی نمونہ بھی پیش

کیا کرتے تھے اس سے بڑھکر یہ کہ اوس مجرب نسخہ کو بھی بتا دیا کرتے تھے جس سے عامۃ الناس کو بوقت حاجت استعمال میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

آخر کلام میں یہ روایت بھی بغرض نفع خلائق پیش کی جاتی ہے۔

اخرج الطحاوی من طریق اصبغ بن الفرج عن عبد الرحمان بن القاسم قال ما ادرکت احداً اقتدی بہ فی دینی یشک فی نہ حلال یعنی وطی المرأۃ فی دبرھا ثم قرأ نساءکم حرث لکم الآیۃ

یعنی عبد الرحمان بن القاسم کہتا ہے کہ میں نے کسی شخص کو جس کی اقتدا میں دینی امور میں کرتا تھا ایسا نہیں پایا جو وطی فی الدبر کے حلال ہونے میں شک رکھتا ہو پھر عبد الرحمن نے یہ آیت پڑھی نساءکم حرث لکم الخ

کیا احمدی مبلغ یہ دیکھکر کچھ بھی شرمندہ نہ ہوں گے کہ اگر بعض علماے امامیہ جواز وطی فی الدبر کے قائل ہیں تو اوسکی کراہت غلیظہ وشدیدہ کے بھی قائل ہیں مگر احمدی اصحاب جس فرقہ سے متعلق رہنے کی تمنا رکھتے ہیں اوس کے ارباب علم کو کوئی مقتداے دین ایسا نظر نہیں آتا جو اس فعل کے سراسر حلال ہونے میں کچھ شک کرتا ہو۔

اس مقام پر یہ حقیقت بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ امام بخاری وامام نسائی وغیرہما کے نزدیک بھی وطی فی الدبر کا حرام ہونا حد ثبوت کو نہیں پہونچا تھا۔ چنانچہ فتح الباری میں علامہ ابن حجر کا ارشاد یہ ہے۔

وذھب جماعۃ من ائمۃ الحدیث کالبخاری والذھلی والبزار والنسائی وابی علی النیشاپوری الی انہ لم یثبت فیہ شئی۔

ائمہ حدیث کی ایک جماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ وطی فی الدبر کے بارے میں کوئی حکم ثابت نہیں ہے اوس میں یہ لوگ بھی ہیں۔ بخاری۔ ذہلی۔ بزار۔ نسائی ابو علی نیشاپوری۔

مرزائی (۱۴) اگر کوئی شیعہ اپنی بیوی سے وطی فی الدبر کرے تو اگر انزال ہو تو وہ غسل کرے گا اور نہ ہو تو غسل نہ کرے گا۔

اقوال کسی روایت میں غسل واجب نہ ہونے کا تذکرہ اسکی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم علمائے ملت کے نزدیک مسلم اور معمول بہ ہے۔ علامہ مجلسی نے شرح فروع کافی میں فرمایا ہے۔

واختلف الاصحاب فی وجوب الغسل بوطی دبر المرأۃ فالاکثرون ومنہم السید وابن الجنید وابن حمزہ وابن ادریس والمحقق والعلامۃ فی جملۃ من کتبہ علی الوجوب

اس میں اختلاف ہے کہ عورت کی دبر میں وطی کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ اکثر اصحاب جن میں سید مرتضے وابن الجنید وابن حمزہ وابن ادریس و محقق و علامہ بھی ہیں۔ وجوب کے قائل ہیں۔

اور محقق علیہ الرحمہ شرائع الاسلام میں فرماتے ہیں:۔

وان جامع امرأۃ فی الدبر ولم ینزل وجب الغسل علی الاصح

قول اصح یہی ہے کہ اگر جماع کرے عورت کی دبر میں اور انزال نہ ہو تب بھی غسل واجب ہوگا۔

مرزائی (۱۵) ایک مرد ایک شیعہ عورت سے کچھ دیر کے لئے چند پیسوں کے عوض جماع (متعہ) کرسکتا ہے۔

اقول اس اعتراض کا جواب آئیندہ آئیگا۔

مرزائی (۱۶) شیعہ مسئلہ تحلیل پر عمل کرسکتا ہے یعنی اپنی مملوکہ لونڈی اور ام الولد اور مدبرہ کی فرج کو دوسرے شیعہ کو ہبہ عاریت دے سکتا ہے مگر ملکیت مالک کی رہیگی۔

اقول بالکل غلط اور محض بہتان ہے۔

جناب شہید ثانی علیہ الرحمہ نے شرح شرائع میں فرمایا ہے:۔

واما استعارتها للاستمتاع فغير جائز اجماعاً	اس بات پر علماء شیعہ کا اجماع ہے کہ بغرض استمتاع کنیز کا عاریۃً دینا جائز نہیں ہے

مرزائی (۱۷) اگر ایک شیعہ عورت بحالت جنابت اور حائضہ ہونے کے تلاوت قران مجید کرے تو کوئی ہرج نہیں۔

اقول سورہ عزائم (جن میں سجدہ واجب ہے) کا پڑھنا جنب و حائض کے لئے قطعاً حرام ہے باقی سورہ و آیات قران کے متعلق اختلاف ہے۔

مرزائی (۱۸) اگر شیعہ سے بحالت نماز منی یا اور کوئی خارج ہو جائے تو اوس کا وضو یا نماز باطل نہیں ہوتا۔ (فروع کافی)

اقول فروع کافی میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں یہ کہا گیا ہو کہ منی خارج ہونے سے طہارت وضو یا نماز باطل نہیں ہوتی۔ البتہ احادیث میں یہ ضرور بتا دیا گیا ہے کہ رطوبت مذی یا وذی اگر بعد وضو خارج ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ منی اور چیز ہے اور مذی۔ وذی دوسری چیزیں ہیں۔

مرزائی (۱۹) ایک شیعہ سائل نے امام رضا سے سوال کیا کہ کیا عورتوں کو دبر سے استعمال کرنا جائز ہے شیعہ امام نے جواب دیا ہاں الخ۔

اقول غالباً احمدی صاحب قوت حافظہ سے بھی محروم اور فارغ الدماغ ہیں اکثر ایک ہی بات کی بار بار رٹ لگاتے ہیں۔

مذہب شیعہ کے خلاف عامیانہ مطاعن و الزامات کی طویل فہرست کو ختم کر کے احمدی مبلغ نے مولوی حافظ کفایت حسین صاحب کو یوں خطاب کیا ہے

مرزائی "جناب مولوی صاحب لیجئے آپ کا پہلا مسئلہ ہے نماز میں عضو تناسل

سے کھیلنا اس مسئلہ سے انکار کرنے میں تو آپ نے انتہا ہی کر دی گویا آپ کو اپنے ائمہ کی احادیث سے بھی واقفیت نہیں...... بس ہم ہی سنا دیتے ہیں (ا) قال سألت اباعبد الله علیہ السلام عن الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ فقال لا باس..... کیوں جناب مولوی صاحب! اب تو عضو مخصوص سے نماز میں کھیلنے کی اجازت حدیث امام سے مل گئی مگر اب شاید لفظ یعبث کے معنوں پر اعتراض ہو اس کا بھی جواب سُن لیں (ب) قال سألت اباجعفر علیہ السلام عن الرجل یعبث بذکرہ حتے ینزل قال لا باس بہ ولم یبلغ بہ...... جناب مولوی صاحب اب یعبث کے معنے معلوم ہو گئے کہ محض مس کرنا ہی نہیں بلکہ اس قدر دیر تک مشت زنی کرنا ہے کہ انزال ہو جائے الخ۔

اقول۔ ناظرین مندرجہ ذیل باتوں پر سرسری نظر کر لینے کے بعد احمدی مبلغ کے خرافات کی حقیقت کا انکشاف کر لیں گے (ا) کتاب استبصار کے جس باب میں حدیث اول مذکور ہے اوس کا عنوان "باب القبلۃ ومس الفرج" ہے اور اوس کے قبل وبعد وہ احادیث مذکور ہیں جن میں مس فرج بحالت نماز کے متعلق حکم شرعی بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث مذکور سے پہلے یہ حدیث ہے۔

قال سألتہ عن رجل مس فرج امرأتہ قال لیس علیہ شئ ان شاء غسل یدہ	میں نے اوس شخص کی بابت پوچھا جو عورت کی فرج کو مس کرے تو فرمایا اوس پر کچھ نہیں ہے ہاں اگر چاہے تو ہاتھ دھو ڈالے۔

پھر اوس حدیث کے بعد یہ حدیث واقع ہے۔

عن سماعۃ قال سألت	میں نے ابوعبد اللہ علیہ السلام سے

ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یمس ذکرہ او فرجہ او سفل من ذلک وھو قائم یصلی الیعید وضوئہ فقال لا باس بذلک انما ھو من جسدہ۔

سوال کیا گیا کہ کوئی شخص اپنے عضو تناسل یا فرج یا اسکے اسفل کو مس کرتا ہے اور وہ نماز کی حالت میں ہے آیا وہ وضو کا اعادہ کرے گا۔ فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ اوس کے بدن کا حصہ ہے (دیگر اعضا کو مس کرنے سے جس طرح وضوء کا اعادہ لازم نہیں اوسیطرح ان اعضاء کے مس کرنے سے بھی نہ ہوگا)

اہل انصاف خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ باب مس الفرج میں حدیث مبحوث عنہ کا مذکور ہونا اور پھر اون احادیث کے درمیان مذکور ہونا جن میں صاف طور سے مس فرج بحالت نماز کا حکم بیان کیا گیا ہے آیا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ اوس حدیث میں "یعبث بذکرہ" سے بے فائدہ مس عضو تناسل مراد ہے (جیساکہ اکثر اشخاص کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بے فائدہ بلکہ بدون قصد والتفات اعضا کو چھیڑتے اور مس کرتے رہتے ہیں) یا مشت زنی اور استمنا ربالید مراد ہے جس سے تحصیل لذت اور تسکین شہوت مقصود ہوتی ہے؟

(۲) حضرات ائمہ معصومین ع نے نماز میں فعل کثیر سے نماز کا باطل ہونا بالاتفاق بیان فرمایا ہے اور اون کے ارشادات تاکید خضوع وخشوع سے بھرے پڑے ہیں منجملہ اون کے یہ ارشاد بھی ہے۔

عن ابی عبد اللہ قال اذا کنت فی صلوٰتک فعلیک بالتخشع والاقبال علی صلوتک فان اللہ عز وجل یقول الذین

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم نماز میں مشغول ہو تو تم پر خشوع اور دل سے توجہ لازم ہے کیونکہ خدائے عز وجل کا ارشاد ہے الذین ھم فی صلوتھم

ھم فی صلواتھم خاشعون (فروع کافی)	خاشعون

نیز زرارہ نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے اس ارشاد کی روایت کی ہے۔

اذا قمت فی الصلوٰۃ فعلیک بالاقبال علی صلوٰتک فانما یحسب لک منہا ما اقبلت علیہ ولا تعبث بیدک ولا برأسک ولا بلحیتک ولا تحدث نفسک الخ۔

جب تم کھڑے ہو نماز میں تو تم پر توجہ قلب لازم ہے تمہاری نماز اوسی قدر تمہارے لئے محسوب ہوگی جس قدر تم کو توجہ قلبی ہوگی۔ اور نماز میں ہاتھ یا سر یا ڈاڑھی سے مت کھیلو اور اپنے جی میں باتیں نہ کرو۔

کیا ان ارشادات پر غور کرنے والا ازروے انصاف یہ توقع کرسکتا ہے کہ حضرات معصومین نے حالت نماز میں جس عبث بالذکر کے متعلق لاباس (کوئی مضائقہ نہیں) فرمایا ہے اوس سے وہی معنی مراد ہوں گے جو احمدی مبلغ نے بنا بر خبث طبیعت سمجھے ہیں یعنی اس قدر دیر تک مشت زنی کرنا کہ انزال ہوجائے؟

(۳) مرزائی مبلغ نے صہ۱۴۱ پر لغت العرب کے حوالہ سے "عبث" کے جو معنی لکھے ہیں وہ یہ ہیں العبث بالتحریک اللعب یقال عبث یعبث من باب علم یعلم اے لعب وعمل مالا فائدۃ فیہ جب کہ لغت کی اس شہادت کو تسلیم کرلیا کہ "عبث" کے معنی عمل بلا فائدہ کے ہیں۔ تو عبث بالذکر کے معنی مشت زنی اور استمنا بالید کے کس طرح ہوسکتے ہیں کیونکہ اس فعل کا فاعل تو فائدہ لذت وتسکین شہوت کا قصد رکھتا ہے اور وہ ایک ایسے فعل کا کرنے والا ہوتا ہے جو اوس کے لئے بنا برعرف ولغت عبث وبلا فائدہ نہیں کہا جاسکتا۔ اس سے زیادہ عجیب کیا ہوگا کہ لغت عرب سے جو شاہد پیش کیا

جاتا ہے وہ دعوے کے خلاف گواہی دیتا ہے مگر عقل نکتہ سنج اوس کے سمجھنے سے باوجود ہمہ دانی محض قاصر ہے۔

احمدی مبلغ نے اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے حدیث دوم جو نقل کی ہے اوسکے ترجمہ میں "عبث" کے معنی محض "مشت زنی" بیان کرنے پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ "اس قدر دیر تک کہ انزال ہوجائے" کی شرط کا بھی اضافہ کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں۔ "جناب مولوی صاحب اب تو یعبث کے معنی معلوم ہو گئے کہ محض مس کرنا ہی نہیں بلکہ اس قدر دیر تک مشت زنی کرنا ہے کہ انزال ہوجائے"۔

گویا آپکی مہارت فنون عربیہ آپ کو بتاتی ہے کہ جملہ "یعبث بذکرہ حتے ینزل" میں "حتے ینزل" بھی معنی یعبث میں داخل ہے جو شخص متعلقات فعل کو بھی معنی فعل میں داخل سمجھتا ہے اوسکی بابت اور کیا کہا جا سکتا ہے سوا اس کے کہ وہ باعتبار استعداد علمی قابل خطاب بھی نہیں ہوسکتا۔

اس طرح کے مرد عامی کو کس طرح سمجھایا جائے کہ اس حدیث میں "یعبث" اپنے اس معنی لغوی (عمل بلا فائدہ) میں مستعمل ہے جو آپ کے پیش کردہ حوالہ لغت میں مذکور ہے اور حدیث میں سائل کے سوال کا مفاد یہ ہے کہ ایک شخص بے فائدہ اپنے عضو تناسل کو چھیڑتا ہے یہاں تک کہ انزال ہو جاتا ہے آخر ایسے شخص کی بابت کیا حکم شرعی ہوگا؟ اس کے جواب میں حضرت نے "لا باس بہ" فرمایا۔ سوال خود یہ ظاہر کر رہا ہے کہ مقصود سائل مشت زنی اور استمنا بالید کی بابت پوچھنا نہیں ہے بلکہ مقصود سوال یہ ہے کہ کوئی شخص عبث بالذکر بدون قصد انزال و تسکین شہوت کرتا ہے مگر انزال ہوجاتا ہے اوس کے متعلق حکم شرعی کیا ہوگا۔ یہ اتفاق ایسے لوگوں کے لئے ہوسکتا ہے جو عوارض باہ میں مبتلا ہوں۔ اس صورت میں شرعاً کوئی جرم بالاتفاق اُن پر عائد نہ ہوگا۔

(۴) مرزائی مبلغ نے جس حدیث کو استبصار سے نقل کیا ہے وہ معویہ بن عمار سے

مروی ہے اور اسی راوی کی دوسری روایت جو اسی مضمون پر مشتمل ہے صاحب کتاب استبصار نے اپنی مشہور کتاب تہذیب الاحکام میں وارد کی ہے جس میں اوس نے خود تصریح کردی ہے کہ سوال میں عبث بالذکر کہنے سے اوس کا مقصود مس ذکر ہے کتاب استبصار میں اوسکی روایت بالاختصار وارد ہوئی ہے مگر تہذیب الاحکام میں بعینہا منقول ہے اور وہ یہ ہے۔

قال حدثنی ابو القاسم معاویۃ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت له الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوۃ المکتوبۃ قال وما له فعل قلت عبث به حتی مسّه بیدہ قال لا باس

معویہ بن عمار نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی نماز میں اپنے ذکر سے عبث کرے۔ فرمایا وہ یہ فعل کیوں کرے گا۔ میں نے کہا یوں ہیں اپنے ہاتھ سے اس کو مس کر دیا۔
فرمایا کوئی مضائقہ نہیں

اس روایت نے واضح کردیا کہ معاویہ بن عمار نے معصوم کے استفسار کے جواب میں بتا دیا تھا "عبث بالذکر" کہنے سے اوسکی مراد فقط عضو تناسل کو ہاتھ سے مس کرنا ہے اور اسی فعل کے باب میں وہ حکم شرعی پوچھتا ہے نہ کسی اور فعل کے متعلق۔ اور معصوم کا جواب "لا باس بہ" اسی فعل یعنی مس ذکر سے متعلق ہوگا نہ کہ اوس فعل سے جس کو مرزائی مبلغ سمجھے ہیں۔ اس روایت کو دیکھنے کے بعد بھی یہ کہنا کہ حدیث میں عبث بالذکر سے مشت زنی مراد ہے کسی عاقل متدین کا کام نہیں ہوسکتا۔

احمدی مبلغ اپنے دعوے پر بزعم خود تیسرا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"لہذا ہم مسقط بحث پر ایک شیعہ فاضل کی تشریح بھی پیش کرتے ہیں جو شیعہ گروہ کا تمام ہندوستان میں وکیل ہے وہ لکھتے ہیں قال سعید بن جبیر عذب اللہ امۃ کانوا یعبثون بمذاکیرھم (رسالہ اصلاح جلد ۱۰ ص ۱۷۱) ترجمہ کہا سعید بن

جبیر نے کہ خدا نے عذاب کیا ہے ایک امت پر جو بازی کرتے تھے اپنے عضو تناسل سے (اور) اگر قصد کرتے (مشت زنی سے) تسکین شہوت کا تو امید ہے کہ ان پر کوئی وبال نہ ہو مگر مولوی صاحب (مولوی حافظ کفایت حسین صاحب سے خطاب ہے) یہاں تو ایک اور بات نکل آئی گویا شیعہ مذہب کے نوجوان اگر عند الضرورت مشت زنی کریں تو جائز ہے اور ان پر کوئی حد شرعی نہیں ہے اور اس کے جواز پر فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ کی یہ حدیث عن ابی عبد اللہ ع قال سألته عن الالت قال ناکح نفسه لاشئ علیه الے آخر الهفوات"۔

مرزائی مناظر نے مسقط بحث پر جلسازی و فریب ہی کے جوہر دکھانے میں انتہا کر دی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایمان داری۔ تدین۔ راست بازی وغیرہ خصائل حسنہ مذہب مرزائیتہ میں اعتبار سے ساقط ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رسالہ اصلاح میں دعوۃ النواصب کے عنوان سے فاضل ایڈیٹر نے اہل سنت کے مشہور عالم امام زیلعی کے اقوال کی طرف اہلسنت کو یوں متوجہ کیا ہے۔

"کیا فرماتے ہیں علماء اہل السنۃ والجماعۃ ان عبارتوں کی طرف جو تبیین الحقائق امام زیلعی سے نقل کی جاتی ہیں کہ یہ ترجمہ اس کا صحیح ہے یا نہیں اور ان مسائل پر عمل کرنا کیسا ہے (۱) قال سعید بن جبیر عذب اللہ امۃ کانوا یعبثون بمذاکیرھم وان قصد به تسکین مابه من الشهوة یرجی ان لا یکون علیه وبال کہا سعید بن جبیر نے کہ خدا نے عذاب کیا ہے ایک امت پر جو بازی کرتی تھی اپنے عضو تناسل سے اور اگر قصد کرے (اس مشت زنی سے) تسکین شہوت کا تو امید ہے کہ اس پر کوئی وبال نہ ہو"۔

احمدی مبلغ نے رسالہ اصلاح سے شیعہ فاضل ایڈیٹر اصلاح کی تحریر کو اس عنوان سے نقل کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ روایت سعید بن جبیر شیعی روایت ہے اور اس کا ترجمہ بھی فاضل شیعہ نے وہی کیا ہے جس سے مرزائی مبلغ کے دعوے کی تائید

ہوتی ہے اور امام زیلعی کا یہ قول "اگر قصد کرے تسکین شہوت کا تو امید ہے کہ اس پر کوئی وبال نہ ہو"۔ ایک شیعہ عالم کا قول ہے جس کی تائید حدیث اصول کافی سے بھی ہوتی ہے۔ گویا شیعہ مذہب عند الضرورۃ مشت زنی کو جائز قرار دیتا ہے۔ آخر اس سے بڑھکر تلبیس و تدلیس اور جعل سازی و دغا بازی کیا ہوگی؟

بالجملہ حدیث سعید بن جبیر کو شیعوں سے کوئی تعلق نہیں البتہ اوس کا ترجمہ شیعہ فاضل نے کیا ہے اور اوس ترجمہ میں یعبثون بمذاکیرھم کے معنی یہ ضرور لکھے ہیں "ایک امت جو بازی کرتی تھی اپنے عضو تناسل سے" مگر اس ترجمہ کی بنا یہ نہیں ہے کہ عبث بالذکر کے لغوی معنی مشت زنی اور استمنا بالیدین ہیں بلکہ اس ترجمہ کا مدار اون قرائن پر ہے جو اس مقام پر صاف نمایاں ہیں اور اون کا اقتضاء یہی ہے کہ روایت سعید بن جبیر میں عبث بالذکر سے مشت زنی مراد ہو (پہلا قرینہ) اس فعل عبث بالذکر کے سبب سے اوس امت کا مورد عذاب خدا ہونا بیان کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ محض عضو تناسل کے مس کرنے پر عذاب خدا کا نزول مقصود نہیں ہو سکتا لہذا یعبثون بمذاکیرھم کا مطلب لامحالہ یہی ہوگا کہ وہ لوگ مشت زنی کیا کرتے تھے۔

(دوسرا قرینہ) امام زیلعی کا یہ قول ہے کہ "اگر اوس سے مقصود تسکین شہوت ہو تو امید ہے کہ اوس پر کوئی وبال نہ ہو"۔ اس قول سے بالکل عیاں ہے کہ روایت سعید بن جبیر میں عبث بالمذاکیر سے مشت زنی مراد ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور معنی ہوتے تو فاعل کو وبال سے محفوظ رہنے کی امید ہی نہیں بلکہ کافی یقین و اطمینان ہوتا کوئی عاقل یہ تصور نہیں کر سکتا کہ محض مس ذکر سے اوس پر وبال و عذاب نازل ہوگا۔ ان قرائن کی وجہ سے ہر شخص یعبثون بمذاکیرھم کا وہی ترجمہ کرنے پر مجبور ہوگا جو رسالہ اصلاح کے ایڈیٹر نے کیا ہے خواہ وہ کوئی شیعہ فاضل ہو یا کوئی مخالف عامی و جاہل۔

برخلاف اسکے شیعی حدیثیں بغرض ثبوت الزام نقل کی گئی ہیں اون میں کوئی قرینہ ایسا نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکتا ہو کہ عبث بالذکر کے معنی مشت زنی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔

آخر کلام میں خبث باطن و جہالت شعاری کا مظاہرہ کرنے کے لئے فروع کافی کی جو حدیث نقل کی گئی ہے اوس سے کوئی اعتراض مذہب شیعہ پر وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اوس کا اتنا ہی مفہوم ہے کہ استمنا بالید کے فاعل کے لئے کوئی شے حدود شرعیہ میں سے معین نہیں کی گئی ہے۔ اس سے یہ کہاں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فعل معفو ہے گناہ نہیں ہے یا اوس پر کسی طرح کی تعزیر وارد نہیں کی جائیگی۔ دراصل باتفاق اہل اسلام یہ فعل اگرچہ معصیت اور حرام ہے مگر اوس کے لئے کوئی حد شرعی قرآن و احادیث میں معین نہیں کی گئی ہے بلکہ اوسکے متعلق مناسب حکم دینا حاکم شرع کی رائے پر موقوف رکھا گیا ہے وہ اپنی رائے سے مناسب تعزیر تجویز کرے گا۔ چنانچہ فقہ شیعہ کی مشہور کتاب شرح لمعہ میں ہے

وھو حرام یوجب التعزیر بما یراہ الحاکم	یعنی استمناء بالید حرام اور واجب کرنے والا ہے تعزیر کو جو کچھ کہ حاکم شرع اپنی رائے سے تجویز کرے۔

نیز حضرات اہلسنت کی کتاب فتاوے عالمگیری میں ہے۔

الاستمناء حرام و فیہ التعزیر	یعنی استمناء حرام ہے اور اوس میں تعزیر ہوگی (نہ کہ کوئی حد شرعی)

مرزائی | جناب مولوی صاحب آپ کا پانچواں مسئلہ متعہ کا ہے جسکی تصدیق جواز ارباب حضرت مسیح موعود سے کرانا چاہا ہے لہذا عرض ہے کہ اس سے بڑھکر اس پاک انسان پر کوئی تہمت نہیں ہو سکتی کہ ایسے ناپاک فعل کو ایک امام معصوم جائز قرار دے۔

اقول | احمدی مبلغ اپنی عقلمندی و دیانتداری کا ثبوت اس طرح دیتے

ہیں کہ متعہ کو ناپاک فعل کہتے ہیں اور آپ کا دعوے ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب پاک انسان اور امام معصوم تھے لہذا اس ناپاک فعل کو جائز قرار دینے کی نسبت اون کی طرف دینا تہمت ہے اس کلام کا حاصل یہ ہوا کہ متعہ ناپاک فعل ہے جو اوس کو جائز قرار دے وہ ایک ناپاک فعل کو جائز قرار دینے والا ہوگا اوس کو پاک انسان اور امام معصوم نہیں کہا جا سکتا۔ یہ کلام اگر صحیح مان لیا جائے تو اوس کا صریح نتیجہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ پروردگار عالم اور اوس کے حبیب دونوں ایک ناپاک فعل کو جائز قرار دینے والے ٹھہرتے ہیں۔ نہ خدا میں صفت قدوسیہ باقی رہتی ہے اور نہ حضرت پیغمبر خدا کی ذات مقدسہ میں پاک انسان اور امام معصوم ہونے کا استحقاق قائم رہتا ہے کیونکہ یہ واقعہ ناقابل انکار ہے کہ بانی اسلام نے بحکم خداوندی نکاح میعادی (متعہ) کو اہل اسلام کے درمیان مباح قرار دے کر رائج فرمایا کبار صحابہ اوس پر عمل پیرا ہوتے رہے مفسرین عظام کے ناقابل انکار اقوال کی بنا پر آیہ متعہ آج تک قرآن مجید میں موجود ہے اور چشم بصیرت کی خرابیوں کا علاج بن سکتی ہے ان امور میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو صرف اس بارے میں کہ حکم نکاح میعادی وقتی ضرورت کی بنا پر صرف محدود زمانے تک کے لئے جاری کیا گیا تھا اور بعد میں منسوخ و ممنوع ہو گیا یا یہ حکم تا بقاے شریعت اسلامیہ قائم و دائم رہے گا۔

امام عالی مقام فخر الدین رازی آیہ فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

والقول الثانی ان المراد بهذه الآية حكم المتعة وهی عبارة عن ان يستاجر الرجل المرأة	دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت (فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن) میں حکم متعہ مذکور ہے اور نکاح متعہ یہ ہے کہ مرد عورت

بمال معلوم الى اجل معين فيجامعها واتفقوا على انها كانت مباحة في ابتداء الاسلام روى ان النبي صلعم لما قدم مكة في عمرته تزين نساء مكة فشكى اصحاب الرسول صلعم طول العزوبة فقال استمتعوا من هذه النساء واختلفوا في انها هل نسخت ام لا فذهب السواد الاعظم من الامة الى انها نسخت قال السواد منهم انها بقيت مباحة كما كانت وهذا القول مروی عن ابن عباس وعمران بن الحصين

کو مال معلوم کے عوض ایک مدت معین کے لئے مستاجر بنالے اور اوس سے جماع کرے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس طرح کا نکاح متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا۔ مروی ہے کہ حضرت پیغمبر صلعم جب وارد مکہ ہوئے تو وہاں کی عورتوں نے آرائش کی۔ اصحاب نے آنحضرتؐ کی خدمت میں طول العزوبۃ (عورتوں سے جدائی) کی شکایت پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ انھیں عورتوں سے متعہ کرو۔ لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ حکم متعہ منسوخ ہوا یا نہیں۔ بڑے گروہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ منسوخ کردیا گیا اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ اسی طرح مباح باقی رہا جیسے پہلے تھا یہ قول ابن عباس و عمران بن الحصین سے مروی ہے۔

پھر دلائل جواز متعہ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

ان الامة مجمعة على ان نکاح المتعة کان جائزاً فی الاسلام ولا خلاف بین احد من الامة فیہ انما الخلاف فی طریان الناسخ الخ

امت کا اس پر اجماع ہے کہ نکاح متعہ اسلام میں جائز تھا اور امت میں کسی کو اس بارے میں اختلاف نہیں ہے اختلاف فقط ناسخ کے وارد ہونے کے متعلق ہے۔

علامہ ابن القیم کتاب زاد المعاد میں لکھتے ہیں جلد اول ص ۴۴۴ مطبوعہ مصر تذکرہ غزوۃ الفتح۔

وما وقع فی هذه الغزوة اباحة متعة النساء ثم حرمها قبل خروجه من مكة واختلف فی الوقت الذی حرمت فیه المتعة علی اربعة اقوال احدها انه یوم خیبر وهذا قول طائفة من العلماء منهم الشافعی وغیره والثانی انه عام فتح مكة وهذا قول ابن عیینة وطائفة والثالث انه عام حنین وهذا فی الحقیقة هو القول الثانی لاتصال غزوة حنین بالفتح والرابع انه عام حجة الوداع الخ

جو امور اس غزوہ میں واقع ہوئے اون میں متعہ النساء کی اباحت بھی ہے پھر آنحضرتؐ نے مکہ چھوڑنے سے پیشتر اوس کو حرام کر دیا تھا اوس وقت کے متعلق اختلاف ہے جس میں متعہ حرام کیا گیا اور اس بارے میں چار اقوال ہیں اول یہ کہ وہ بروز خیبر حرام کیا گیا۔ یہ قول ایک گروہ علماء کا ہے جن میں سے شافعی وغیرہ ہیں دوم سال فتح مکہ اور یہ قول ابن عیینۃ اور ایک جماعت کا ہے۔ سوم سال جنگ حنین۔ اور یہ قول در حقیقت قول ثانی ہی ہے کیونکہ فتح مکہ اور غزوہ حنین قریب قریب زمانہ میں واقع ہوئے تھے۔ چہارم سال حجۃ الوداع الخ

نیز علامہ ابن القیم لکھتے ہیں جلد اول صـ ۴۴۴

ولكن ههنا نظر آخر وهو انه هل حرمها تحریم الفواحش التی لا تباح بحال او حرمها عند الاستغناء عنها واباحها للمضطر هذا هو الذی نظر فیه ابن عباس وقال انما ابحتها للمضطر كالمیتة والدم فلما توسع فیها من توسع ولم یقف عند الضرورة

یہاں پر ایک دوسری نظر بھی ہے وہ یہ کہ آیا نکاح متعہ کو اوس عنوان سے حرام کیا تھا جو اون فواحش کی تحریم کا ہے جو کسی حالت میں مباح نہیں کئے گئے ہیں یا اوس کو استغنا کے وقت کے لئے حرام کیا ہے اور مضطر کے لئے حالت اضطرار میں مباح قرار دیا ہے یہی امر وہ تھا جس کی طرف ابن عباس کی نظر تھی اور اون کا قول ہے کہ یہ مضطر کے لئے مباح کیا تھا مثل مردار وخون وغیرہ لیکن جب لوگوں کی طرف سے اوس میں وسعت

امسك ابن عباس
عن الافتاء بحلها ورجع
عنه وقد كان ابن مسعود
يرى اباحتها ويقرأ
يا ايها الذين آمنوا
لا تحرموا طيبات ما
احل الله لكم ففي الصحيحين
عنه قال كنا نغزو مع
رسول الله صلعم وليس لنا
نساء فقلنا الا نختصى فنهانا
ثم رخص لنا ان ننكح المرأة
بالثوب الى اجل ثم
قرأ عبد الله يا ايها الذين
آمنوا لا تحرموا طيبات
ما احل الله لكم ولا تعتدوا
ان الله لا يحب المعتدين
وقرأة عبد الله هذه
الآية عقيب هذا الحديث
تحتمل امرين احدهما
الرد على من يحرمها وانها
لو لم تكن من الطيبات لما
اباحها رسول الله صلعم والثاني

پیدا کر دی گئی اور وقت ضرورت ہی تک کے لئے محدود نہیں رکھا گیا تو ابن عباس نے اوس کے حلال ہونے کا فتوے دینا چھوڑ دیا اور اوس سے پلٹ گئے۔ اور ابن مسعود اوسکو مباح سمجھتے تھے اور یہ آیت پڑھا کرتے تھے:۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ پس صحیحین میں ابن مسعود سے مروی ہے اونھوں نے بیان کیا کہ ہم آنحضرت صلعم کے ہمراہ بعض غزوات میں تھے ہمارے ساتھ ہماری عورتیں نہ تھیں ہم نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ حضرت نے منع فرمایا اور ہم کو اجازت دی کہ ہم عورتوں سے ایک مدت کے لئے کپڑے کے عوض نکاح کریں پھر عبد اللہ ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (ابن القیم کہتے ہیں) ابن مسعود کا اس روایت کو پڑھنا دو امر کا احتمال رکھتا ہے اول احتمال یہ ہے کہ اس سے مقصود اون لوگوں پر رد کرنا ہے جو متعہ کو حرام قرار دیتے تھے اور یہ ظاہر کرنا کہ اگر فعل متعہ طیبات میں سے نہ ہوتا تو حضرت رسالت مآبؐ اوس کو

ان یکون المراد آخر هذه الآیة وهو الرد علی من اباحها مطلقاً وانه معتد فان رسول الله صلعم انما رخص فیها للضرورة وعند الحاجة فی الغزو وعند عدم النساء وشدة الحاجة الی المرأة فمن رخص فیها فی الحضر مع کثرة النساء وامکان النکاح المعتاد فقد اعتدی والله لا یحب المعتدین۔	کبھی مباح فرماتے ہی نہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ابن مسعود کی مراد آیت کا آخری حصہ ہے اور اوس سے مقصود اون لوگوں پر رد کرنا ہے جو نکاح متعہ کو مطلقاً مباح قرار دیتے ہیں اور یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ایسا شخص معتدی (حدود شرع سے تجاوز کر جانے والا ظالم) ہے کیونکہ رسولؐ نے اوس کو اجازت دی ہے فقط وقت ضرورت کے لئے اور حاجت کے وقت کے لئے حالت جنگ میں جب کہ عورتیں ساتھ نہ ہوں پس جس شخص نے اوسکی اجازت دی حالت حضر کے لیے جبکہ عورتوں کی کثرت ہو اور اُن سے نکاح معتاد کرنا ممکن ہو تو ایسے شخص نے حد سے تجاوز کیا اور خدا حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

پھر علامہ ممدوح فرماتے ہیں زاد المعاد جلد اول ۴۴۴

فان قیل فما تصنعون بما رواه مسلم فی صحیحه عن جابر بن عبدالله قال کنا نستمتع بالقبضة من التمر والدقیق الایام علی عهد رسول الله صلعم وابی بکر حتی نهانا عنها عمر فی شان عمرو بن حریث وفیما ثبت عن عمر انه قال متعتان کانتا علی عهد رسول الله صلعم انا انهی عنهما متعة النساء و	محصل کلام ابن القیم یہ ہے کہ اگر کہا جائے کہ پھر اوس حدیث کی بابت کیا کرو گے جسکی روایت مسلم نے جابر بن عبداللہ سے کی ہے۔ اونھوں نے کہا کہ ہم ایک مٹھی خرما اور آٹے کے عوض عہد رسالت مآبؐ اور عہد ابوبکر میں متعہ کیا کرتے تھے تا اینکہ عمر نے اوس کو عمرو بن حریث کے معاملہ میں ممنوع قرار دیا۔ یہ ثابت ہے کہ عمر نے کہا کہ

متعة الحج فاختلف الناس في هذا
طائفتان طائفة تقول ان عمر
هو الذي حرمها ونهى عنها
وقد امر رسول الله صلعم باتباع
ما سنه الخلفاء الراشدون
ولم تر هذه الطائفة تصحيح
حديث سبرة بن معبد
في تحريم المتعة عام الفتح
فانه من رواية عبد الملك
بن الربيع بن سبرة عن ابيه
عن جده وقد تكلم فيه ابن
معين ولم ير البخاري اخراج
حديثه في صحيحه مع شدة
الحاجة اليه وكونه اصلاً
من اصول الاسلام ولو صح عنده
لم يصبر عن اخراجه
والاحتجاج به قالوا ولو صح حديث
سبرة لم يخف على ابن مسعود
حتى يروي انهم فعلوها و
يحتج بالآية وايضاً لو صح لم
يقل عمر انها كانت على عهد
رسول الله صلعم وانا انهى عنها

دونوں متعہ (متعۃ النساء اور متعۃ الحج)
جو عہد رسولؐ میں (مشروع) تھے
میں اون سے لوگوں کو منع کرتا ہوں
(اس کے جواب میں) کہا جائیگا کہ اس
معاملہ میں دو گروہ ہوگئے ہیں۔ ایک
گروہ کہتا ہے کہ متعہ کو حرام و ممنوع قرار
دینے والے عمر تھے اور رسولخدا صلعم
نے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کا حکم
دیا ہے یہ گروہ سبرۃ بن معبد کے
اس بیان کو صحیح نہیں ٹھہراتا کہ فتح
مکہ کے سال میں تحریم متعہ واقع ہوئی
کیونکہ یہ حدیث بطریق عبد الملک بن
الربیع مروی ہے وہ اپنے باپ سے
اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتا
ہے اور یہ شخص ایسا ہے کہ ابن معین
نے اوسکی بابت کلام کیا ہے اور
بخاری نے اوسکی حدیث کو اپنے
صحیح میں وارد کرنا پسند نہیں کیا حالانکہ
حاجت اوسکی طرف سخت تھی اور
یہ معاملہ اصول اسلام میں سے تھا اگر
اون کے نزدیک حدیث صحیح ہوتی تو
اوسکی روایت کے اخراج اور اوس سے

واعاقب عليها بل كان
يقول انه حرمها ونهى
عنها قالوا ولو صح لم
تفعل على عهد
الصديق وهو عهد
خلافة النبوة حقا
والطائفة الثانية
رأت صحة حديث
سبرة ولو لم يصح
فقد صح حديث
علي رض ان رسول
الله صلعم حرم
متعة النساء
فوجب حمل حديث
جابر على ان الذي
اخبر عنها بفعلها
لم يبلغه التحريم
ولم يكن قد اشتهر
حتى كان زمن
عمر رض فلما وقع
فيها النزاع
ظهر تحريمها واشتهر

احتجاج کرنے سے باز نہ رہتے لوگوں نے یہ
بھی کہا ہے کہ اگر حدیث سبرہ صحیح ہوتی تو ابن
مسعود پر پوشیدہ نہ رہتی اور وہ یہ بیان نہ
کرتے کہ وہ لوگ متعہ کیا کرتے تھے اور اس
آیت سے حجت پیش نہ کرتے نیز اگر حدیث
سبرہ صحیح ہوتی تو عمر یہ نہ کہتے کہ دونوں متعہ جو
عہد رسالت میں تھے میں اون کو ممنوع کرتا
ہوں اور اون کے مرتکب کو سزا دوں گا بلکہ یہ
کہتے کہ رسولخدا نے اون کو حرام و ممنوع قرار
دیا تھا۔ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر حدیث
سبرہ صحیح ہوتی تو عہد خلافت ابوبکر میں متعہ پر
عمل جاری نہ رہتا حالانکہ وہ درحقیقت عہد
خلافت نبوت تھا۔ اور دوسرے گروہ کے
نزدیک حدیث سبرہ صحیح ہے اور اگر وہ صحیح نہ ہو
تب بھی یہ حدیث علی رض صحیح ہے کہ حضرت رسول
نے متعۃ النساء کو حرام کر دیا تھا لہذا واجب ہوا
کہ حدیث جابر اس معنی پر محمول کی جائے کہ جن
لوگوں نے متعہ پر عمل کئے جانے کی خبر دی ہے
اونکو تحریم کا علم نہیں ہوا تھا اور زمانہ حضرت
عمر تک اوس تحریم کو شہرت نہیں ہوئی تھی جب
اون کا عہد آیا اور حکم متعہ کی بابت نزاع واقع
ہوئی تو اوسکی تحریم ظاہر و مشہور ہو گئی اسی عنوان

وبھذا تاتلف الاحادیث الواردۃ فیھا وباللہ التوفیق

سے اون احادیث مختلفہ کا جمع کرنا ممکن ہو سکتا ہے جو متعہ کے باب میں وارد ہیں۔

ان عبارات سے حسب ذیل نتائج حاصل ہوئے۔

(اول) اہل اسلام اس پر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ نکاح متعہ شریعۃ اسلام میں جائز بلکہ بحکم نبوی رائج کیا گیا تھا۔ اختلاف فقط اس امر میں ہے کہ یہ حکم جواز بعد میں منسوخ ہوا یا نہیں اور اگر منسوخ ہوا تو کب ہوا اور کس نے کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جواز متعہ کے حکم کا نافذ ہونا اجماعی ہے مگر اوس کا منسوخ وحرام کیا جانا مختلف فیہ ہے یقینی وقطعی امر نہیں ہے۔

(دوم) قول تحریم کو مان لینے کی صورت میں بھی یہ بات طے شدہ نہیں ہوگی بلکہ قابل نظر رہے گی کہ آیا یہ تحریم متعہ اون فواحش کی تحریم کے طور پر واقع ہوئی جو کسی حالت میں بھی مباح قرار نہیں دیئے گئے ہیں یا اوس کو مضطر کے لئے مباح اور وقت استغنا میں حرام قرار دیا ہے۔ بقول علامہ ابن القیم ابن عباس کی نظر اسی پر تھی۔

(سوم) صحابہ کرام اور ائمہ اہلسنت کی ایک جماعۃ اسکی قائل تھی کہ حکم نکاح منسوخ نہیں ہوا اوسکی اباحت وحلت جیسی پہلے تھی ویسی ہی تابقاے شریعت اسلام باقی رہیگی ان میں سے ابن عباس۔ عمران بن الحصین۔ ابن مسعود جیسے سربرآوردہ اصحاب عظام بھی تھے موخر الذکر اس کا اعلان کیا کرتے تھے کہ نکاح متعہ نص قرآنی کی رو سے اون طیبات میں داخل ہے جن کو خدا نے حلال کیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو منجانب خدا ورسول ص اوسکو کبھی مباح وحلال قرار نہیں دیا جاتا۔ لہذا اس فعل مباح وحلال کو حرام قرار دینا حکم خداوندی کے خلاف ہے اور اس کا مرتکب معتدین (حدود شریعت سے تجاوز کر جانے والوں) میں سے ہوگا جن سے خدا کو کوئی محبت نہیں۔ کیا اس قول ابن مسعود کو (جو صحیحین میں مروی ہے)

دیکھنے کے بعد بھی مرزائی اصحاب نکاح متعہ کو ناپاک فعل کہنے میں شرم وحیا نہ کرینگے؟
اگرچہ علامہ ابن القیم نے احتمال آفرینی کر کے اسکی کوشش کی ہے کہ صحابی جلیل
عبداللہ ابن مسعود کے کلام سے بھی حرمت متعہ کا ایک پہلو نکال لیں مگر ہر صاحب
عقل سلیم وفہم مستقیم پر یہ ظاہر ہے کہ اون کے ملکۂ احتمال آفرینی کے تصرفات
کے بعد بھی نکاح متعہ کا منجملہ فواحش ہونا اور اوسکی تحریم کا مثل تحریم فواحش قرار
پانا ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ شدت حاجت کے اوقات میں حکم شریعت اسلام
کے بموجب مباح وجائز ہی رہے گا۔ بالجملہ یہ ثابت ہو گیا کہ ابن مسعود کے نزدیک
مضطر کے لئے نکاح متعہ کا مباح وحلال ہونا ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اب
قابل نظر یہ صرف امر ہے کہ آیا ابن مسعود حالت استغناء وعدم حاجت میں
بھی نکاح متعہ کو مباح وجائز سمجھتے تھے یا نہیں اگر علامہ ابن القیم تھوڑی دیر
کے لئے جذبۂ عصبیت مذہبی سے فارغ ہو بیٹھتے اور عقل سلیم کو آزادی سے
فیصلہ کا موقع دیتے تو معلوم ہو جاتا کہ کلام ابن مسعود میں علامہ ممدوح کا پیش
کردہ احتمال ثانی پیدا ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ نکاح متعہ کے مباح ومعمول بہ
قرار دیئے جانے کا تذکرہ کرنے کے بعد آیۂ مبارکہ "یا ایھا الذین آمنوا
لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم الخ کی تلاوت کرنا اور اوس کو مصداق
طیبات قرار دینا یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ بہر حال مباح وجائز وحلال رکھا
گیا ہے اور اوس کا شمار اون حلال چیزوں میں ہے جو طیبات بھی ہیں ظاہر
ہے کہ جو اشیاء محض اوقات اضطرار وحاجت شدیدہ کے لیے حلال کی گئی
ہے مثل اکل میتہ وخون وغیرہ وہ اون طیبات میں شمار نہیں کی جا سکتیں
جن کے متعلق اس آیہ مبارکہ میں اعلان کیا گیا ہے اور اون کو حرام قرار دینے
سے سخت دھمکی اور مذمت کے ساتھ روکا گیا ہے حالت اضطرار میں کسی شے
کا مباح وحلال ہونا اوس کو پاک وطیب قرار نہیں دے سکتا لہذا حقیقت

امر یہی ہے کہ آیہ مبارکہ کے پڑھنے سے ابن مسعود کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ نکاح متعہ کو منجملہ طیبات وحلال مطلق ثابت کریں نہ کہ مثل اکل میتہ وغیرہ محض حالت اضطرار کے لئے مباح ہونا علامہ ابن القیم کا یہ ارشاد کسی طرح قرین عقل نہیں کہا جا سکتا کہ اول آیت سے نظر موڑ کر صرف آخر آیت پر نظر کی جائے حالانکہ اس کے بعد بھی جب تک کہ علامہ ممدوح کے ارشاد پر متوجہ نہ کیا جائے۔ کوئی مرد عاقل یہ نہیں سمجھ سکتا کہ تلاوت آیۃ سے ابن مسعود کا مقصد وہی تھا جو ان بزرگوار نے بیان کیا ہے یعنی حالت استغناء میں جائز سمجھنے والوں کو معتدین کے زمرہ میں داخل کرنا اور حلت متعہ کو محض حالت اضطرار کے لئے محدود و منحصر کر دینا۔

(چہارم) علامہ ابن القیم کے کلام میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ بانی شریعت اسلام (علیہ الصلوۃ والسلام) کی طرف سے نکاح متعہ کا منسوخ وحرام کیا جانا حد ثبوت کو نہیں پہونچا ہے بلکہ اسمیں اختلاف ہے کہ اوس کے حرام کرنے والے حضرت پیغمبرؐ تھے یا جناب عمر۔ ائمہ اہلسنت کا ایک گروہ اسی کا قائل تھا نکاح متعہ کو ممنوع وحرم ٹھہرانے والے جناب عمر ہی تھے اور اس قول کی تائید جابر بن عبد اللہ صحابی کی روایت سے ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں منقول ہے اوس میں صاف بتایا گیا ہے کہ حضرت رسولؐ اور جناب ابو بکر کے زمانہ میں نکاح متعہ کا عام طور سے رواج تھا بلکہ یہ رواج عہد عمر میں بھی ایک مدت تک قائم رہا جب عمرو بن حریث کے معاملہ میں ان بزرگ نے اوس کو ممنوع کر دیا تو یہ رواج جاتا رہا۔ جو لوگ اس قول کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ نکاح متعہ عہد نبوت میں تو حرام ومنسوخ نہیں ہوا تھا مگر حضرت عمر کا شمار خلفائے راشدین میں ہے اور بحکم نبوی خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی واجب ہے لہذا حضرت عمر کی جانب سے اوس کو حرام

کیا جاتا اوسکی واقعی حرمت کا سبب ہوگا اہل اسلام کو اس کی حرمت تسلیم[1] کرنی ہوگی۔ اس جماعت نے اوس حدیث سبرہ کو مسترد کر دیا ہے جس میں عہد رسالت میں غزوہ فتح کے موقع پر متعہ کا منسوخ ہونا بیان کیا گیا ہے اور اوس کو مردود ٹھہرانے کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

اوّل :- یہ حدیث عبد الملک بن الربیع بن سبرہ سے مروی ہے اور یہ شخص اس درجہ نا اہل ہے کہ ابو یعلے نے اوس کے بارے میں کلام کیا ہی اور بخاری نے اوس کی حدیث کو ہاتھ لگانا بھی گوارا نہیں کیا۔

دوم :- اگر حدیث سبرۃ میں صحت کی کچھ بو ہوتی تو ابن مسعود جیسے صحابی جلیل سے پوشیدہ نہ رہ جاتی۔

سوم :- اگر حدیث سبرۃ صحیح ہوتی تو جناب عمر فاروق اپنے اعلان میں یہ نہ کہتے کہ نکاح متعہ عہد نبوی میں ثابت تھا اب میں اوسے حرام کرتا ہوں۔

چہارم :- اگر حدیث سبرۃ میں صحت ہوتی تو عہد خلافت صدیق میں متعہ نہ کیا جاتا اور ایسے صدیقیت مآب خلیفہ صاحب اس فعل حرام کے رواج کو برداشت نہ کرتے۔ یہ وجوہ اس قدر قوی ہیں کہ آج تک قائلین حرمت متعہ کی جانب سے اون کا ابطال ممکن نہیں ہوا جب تک اون کو رد نہ کر دیا جائے نکاح متعہ کی حرمت ثابت نہیں کی جا سکتی۔ رہ گئے وہ نام نہاد دلائل جو قائلین حرمت متعہ کی جانب سے ابن القیم نے نقل کئے ہیں اون کی کمزوری عیاں ہے محتاج بیان ہرگز نہیں۔ حضرت علیؑ کی طرف قول حرمت متعہ کی نسبت دینا خلل دماغ کی روشن علامت ہے۔ کوئی عاقل اسکی نسبت آں جناب کی طرف

---

[1] ظاہر ہے کہ اہل التشیع نہ اوس حدیث کو تسلیم مانتے اور نہ وہ جناب عمر کو خلیفہ راشد سمجھتے ہیں لہذا اون کے نزدیک حرمت متعہ کس طرح مسلم ہو سکتی ہے۔

کیونکر دے سکتا ہے درآنحالیکہ آپ کا یہ قول مشہور زینت کتب احادیث بنا ہوا ہے کہ "اگر جناب عمر نے متعہ کو ممنوع نہ کردیا ہوتا تو شقی بدبخت کے سوا کوئی شخص زنا کا مرتکب نہ ہوتا"۔

یہ کہنا کہ متعہ حرام و منسوخ تو عہد رسالت میں ہو چکا تھا مگر عہد حضرت عمر تک اوسکی تحریم سے صحابہ عظام ناواقف تھے اور اس ناواقفیت وبےخبری کی وجہ سے مبتلائے فعل حرام ہو رہے تھے۔ نہایت بدویانتی اور بےغیرتی ہے سوائے کافر زندیق بھلا کسی ایماندار کے دل و دماغ کی فضا میں اس توہم کی پرواز کیونکر ممکن ہے کہ حضرات ابن عباس و ابن مسعود و عمران بن حصین و جابر بن عبد اللہ انصاری جیسے علمائے صحابہ شریعت کے حلال و حرام سے بھی واقف نہ تھے اس جہالت کے سبب سے خود مبتلائے حرام ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی اوس کا مرتکب بناتے تھے (العیاذ باللہ) کیا علمائے اہلسنت یہ ماننے کے لئے تیار ہیں کہ حضرت ابوبکر حرمت نکاح متعہ سے واقف نہ تھے یا آپ نے مرتکبین فعل حرام کو سزا دینے اور تنبیہ دینے میں عمداً کوتاہی کی۔ بالفرض اگر یہ تمام لوگ اس حکم شرعی کی طرف سے بالکل غفلت و جہالت میں گرفتار تھے تو حضرت عمر نے باوجود علم و اطلاع عہد ابوبکر صدیق میں کیوں خاموشی اختیار کی۔ اسلامی دنیا میں رواج فعل حرام کو ٹھنڈے دل سے چپ چاپ کیوں دیکھتے رہے۔ خود اپنے عہد میں بھی عمرو بن حریث کے معاملہ سے پیشتر کیوں سکوت مجرمانہ پر قائم تھے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کیوں تقصیر کی؟

بالجملہ میری اس مختصر تحریر سے واضح ہو گیا کہ نکاح متعہ کا بحکم خدا و رسولؐ اسلامی دنیا میں رائج کیا جانا باجماع امت محمدیہ ثابت ہے اور اوس کے منسوخ و حرام ہونے کا قضیہ سخت اختلافات میں پڑا ہوا ہے۔ یقینی و قطعی

طور پر اوسکی حرمت کا ثابت کرنا حدود امکان سے باہر ہے۔ حضرات اہلسنت اور اون کے اتباع واذناب جس قدر ہوس استدلال اس باب میں کرتے رہیں گے اوسی قدر اونکی کمزوریاں اظہر من الشمس ہوتی رہیں گی آن حقائق کے واضح ہوجانے کے بعد مرزائی اصحاب اختیار رکھتے ہیں کہ متعہ کو فعل ناپاک وخلاف شان عصمت کہکر اپنے نامۂ اعمال کو جس قدر چاہیں سیاہ کرتے رہیں۔ وما علینا الا البلاغ

آخر رسالہ میں آپ نے شیعوں کی تکفیر کے فتوے لکھے ہیں۔ ان کے متعلق ہم کیا لکھیں آپ لوگوں نے تو اسکو اس قدر ارزاں کردیا ہے کہ معمولی سی معمولی بات پر مسلمانوں کو کافر بنادینا آپکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ وہابی حضرات حنفی کو اور حنفی حضرات وہابی کو ہر وقت اور ہر جگہ کافر بناتے رہتے ہیں۔ کسی نے رسولخدا صلعم کو عالم الغیب کہدیا تو اہلحدیث اس کو کافر کہنے کے لئے طیار اور کسی نے آمین بالجہر کا فتوے دیا تو حنفی حضرات اسکو کافر مشہور کرنے پر آمادہ۔ تعزیہ دیکھنے تک کو توسبب کفر کہدیا جاتا اور اسکی وجہ سے عورتیں تک مطلقہ ہوجاتی ہیں اور تعزیہ دیکھنے والوں کی کل اولاد حرامی بنادی جاتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ شیعہ وہ ناجی فرقہ ہے جس کے برحق ہونے کی حدیثوں سے حضرات اہلسنت کی کتابیں بھری ہوئی ہیں مگر کسی کتاب شیعہ یاسنی سے آپ اہلسنت کا ناجی ہونا ثابت نہیں کرسکتے۔ شیعہ وہ فرقہ حقہ ہے جس میں آپ اپنے بڑے بڑے پیشوایان دین کو شمار کرتے ہیں۔ خلیفہ مامون تک کو آپ حضرات شیعہ ہی کہتے ہیں اور پھر اس کو اپنا خلیفہ اور نائب الرسول بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپ کے ہزاروں محدثین ایسے ہیں جنکو آپ لوگ شیعہ کہتے اور لکھتے رہے اور پھر انکی روایتیں لیتے اور انکو اپنا پیشوا مانتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر زمانہ کے سب سے بڑے پیشوائے اہلسنت جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تو صاف لکھدیا کہ "انشاء اللہ دریں رسالہ مکشوف خواہد شد کہ

شیعہ اولے عبارت اند از جمیع مہاجرین و انصار کہ اکثر آں ہا در رکاب سعادت مآب جناب مرتضوی بحروب بغاۃ قیام ورزیدہ اند و برتاویل قرآن جنگ کردہ اند چنانچہ ہمراہ رسول بر تنزیل" (تحفہ اثناعشریہ صے) پھر لکھا ہے" باید دانست کہ شیعہ اولے کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ اند در زمان سابق ملقب بہ شیعہ بودند و چوں غلاۃ و روافض و زیدیہ و اسماعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند ناعن الالتباس فرقہ سنیہ و تفضیلیہ خود را بہ اہلسنت و جماعۃ ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب قدیمہ واقع می شود کہ فلان من الشیعہ او من شیعۃ علی حالانکہ او از رؤسا اہلسنت و جماعۃ است راست است وفی تاریخ الواقدی والاستیعاب کثیر من ہذا الجنس" (تحفہ اثناعشریہ صلا) غرض جس فرقہ کی مخالفت آپ پر آمادہ ہیں اسکی حقیت اس درجہ واضح اور یقینی ہے کہ آپ کے بزرگان دین کو یہ تک کہنا پڑا کہ در حقیقت شیعہ ہم لوگ ہی ہیں۔ حالانکہ حضرات اہلسنت کا مسلمان تک ثابت ہونا محال ہے۔ چہ جائیکہ شیعہ ہونا۔ اسلئے کہ خدا و رسولؐ۔ امام یا خلیفہ سب کے متعلق ان حضرات کے عقائد ایسے ہیں جن کو کسی طرح اسلام قبول نہیں کر سکتا مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں

خدا کے بارے میں عقائد اہلسنت

(۱) روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا اذا قاتل احدکم فلیتق الوجہ فان اللہ عزوجل خلق آدم علے صورتہ وجہہ جب کوئی شخص کسی سے لڑائی کرے تو اس کے چہرے سے بچا رہے کیونکہ خدا نے حضرت آدم اور کل انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور ملاحظہ ہو اذا ضرب احدکم فلیجتنب الوجہ ولا یقل قبح اللہ وجہک ووجہ من اشبہ وجہک فان اللہ عزوجل خلق آدم علے صورتہ۔ یعنی جب کوئی شخص کسی کو مارا کرے تو اس کا چہرہ بچا کر مارا کرے اور اسکو یہ بد دعا یا گالی نہ دے کہ خدا تیرے چہرے کا اور جو تیرے چہرے ایسا ہو اس کا ستیاناس کرے۔ اسلئے کہ خدا نے آدمیوں کو اپنی

خاص صورت پر پیدا کیا ہے۔ غرض ایسی سیکڑوں حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ خدا کی صورت ہے اور خدا نے آدمیوں کو اپنی ہی صورت پر پیدا کیا ہے (کنز العمال جلد ۱ صـ۵۷) اور سُنئے حضرت رسولخدا صلعم نے (معاذ اللہ) فرمایا رأیت ربی فی المنام فی صورۃ شاب موفر فی الخضر علیہ نعلان من ذھب وعلی وجہہ فراش من ذھب یعنی میں نے خواب میں اپنے پروردگار کو ایک جوان کی صورت میں دیکھا ہے جس کے سر کے بال کثرت سے ہیں اور وہ سبز لباس اور سونے کی جوتیاں پہنے ہوئے ہے اور اسکے چہرے پر سونے کا ایک پردہ پڑا ہوا ہے (کنز العمال جلد ۱ صـ۵۸) اور معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا تھا۔ آنحضرتؐ نے ایک خواب بھی جھوٹا نہیں دیکھا وہ غلط ہوسکتا تھا۔ کیونکہ یہی تو آنحضرتؐ کی وحی کی پہلی منزل ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے بالکل ابتدائی حصہ میں ہے عن عائشۃ ام المومنین رضؓ انہا قالت اول مابدئ بہ رسول اللہؐ من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی المنام فکان لایریٰ رؤیا الاجاءت مثل فلق الصبح یعنی حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم پر پہلے وحی رویائے صالحہ کے ذریعہ سے آتی تھی کہ آپ جو خواب دیکھتے تھے بالکل ویسا ہی واقع ہوتا تھا (صحیح بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہؐ) پس آنحضرت صلعم نے خواب میں خدا کو بھی جس طرح دیکھا ویسا واقعاً خدا ہے بھی بلکہ دوسری حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جاگتے ہوئے خدا کو تقریباً ایسی ہی حالت سے دیکھا ہے۔ چنانچہ معاذ بن عفراء سے روایۃ ہے کہ رأیت ربی فی خطیرۃ الفردوس فی صورۃ شاب علیہ تاج یلتمع البصر یعنی میں نے اپنے پروردگار کو فردوس کے ایک خطیرہ میں دیکھا ہے جو ایک جوان کی صورت رکھتا ہے اور اس کے سر پر ایسا تاج ہے جس سے آنکھیں خیرگی کرتی ہیں (کنز العمال جلد ۱ صـ۵۸) اب خدا کا گھر

بھی ملاحظہ ہو کہ وہ پہلے کہاں رہتا تھا اور اب کہاں رہتا ہے ابورزین سے مروی ہے کہ کان فی عماء تحتہ ھواء ثم خلق عرشہ علی الماء قال قلت یا رسول اللہ این کان ربنا قبل ان یخلق السماوات والارض قال فذکرہ یعنی ابورزین بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت رسولخدا سے پوچھا کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے ہمارا خدا رہتا کہاں تھا؟ حضرت نے فرمایا ایک ابر میں رہتا تھا جسکے نیچے ہوا تھی۔ پھر خدا نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا (کنز العمال جلد ۱ ص ۵۸) اس کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں "جاننا چاہیئے کہ مشکوۃ نبوت سے اس کلمہ جامعہ کا صادر ہونا صحت تک پہونچا ہے (یعنی یہ حدیث صحیح ہے جس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا) لیکن اس کا معنے اور مطلب ظاہری طور پر اعتراض سے خالی نہیں۔ ہے اس لئے کہ سوال میں سائل کا جو لفظ این ہے اس سے مراد خدا کا مکان ہے (فتاوے عزیزی جلد ۲ ص ۷۹) اور سنئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اتدری ما اللہ ان اللہ فوق عرشہ وعرشہ علی سماواتہ وارضہ مثل القبۃ وانہ لیئط اطیط الرحل بالراکب یعنی تم جانتے ہو کہ خدا کیا ہے۔ یقیناً وہ عرش پر رہتا ہے اور اس کا عرش اسکے آسمانوں اور زمین کے اوپر ہے مثل قبہ کے اور خدا کے بیٹھنے سے وہ عرش اس طرح چرچراتا ہے جس طرح گھوڑے کے زین پر سوار کے بیٹھنے سے زین چرچراتا ہے (مسند احمد بن حنبل ص ۷۵ جلد ۱)

انبیاء کے متعلق عقائد بھی نہایت عجیب و غریب ہیں۔ صرف بطور نمونہ ملاحظہ ہو "ایک دفعہ حضرت موسیٰ غسل کرنے کو کسی جگہ گئے اور اپنا کپڑا اتار کر ایک پتھر پر رکھدیا۔ پھر کیا تھا وہ پتھر آپ کا سب کپڑا لیکر بھاگا۔ حضرت موسے پانی سے ننگے نکلکر اس پتھر کے پیچھے دوڑے۔ اسکو پکڑنا چاہا مگر وہ پتھر بھاگا جاتا تھا اور حضرت موسے اسکے پیچھے ننگے دوڑے

جاتے تھے اور پکارتے تھے اے پتھر میرے کپڑے دیدے ارے پتھر میرے کپڑے چھوڑ دے۔ آخر جاکر اسکو پکڑا اس سے کپڑے چھین لئے اور لگے اس پتھر کو خوب پیٹنے کر تو میرے کپڑے کیوں لے بھاگا تھا (صحیح بخاری پارہ ۲ جلد ۱ ص ۱۹۳)۔ اور ایکدفعہ خدا نے ملک الموت کو حضرت موسےٰ کے پاس بھیجا جب وہ پہونچے تو حضرت موسےٰ نے اس زور کا طمانچہ ان کے منہ پر مارا کہ ملک الموت کی آنکھ پھوٹ گئی۔ بیچارے خدا کے ہاں واپس گئے اور کہا اے خدا تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ تب خدا نے ملک الموت کی آنکھ پھر ان کے سر میں لگادی (صحیح بخاری پ ۵ ص ۶۹۱)

بندروں کو سزا حضرت موسےٰ نے تو پتھر کو سزا دی۔ اب بندر کا بندریا کو سزا دینا بھی ملاحظہ ہو۔ ایک شخص عمرو بن میمون بیان کرتا تھا کہ رایت فی الجاهلیة قردة اجتمع علیها قردة قد زنت فرجموها فرجمتهم معهم یعنی میں نے زمانہ جاہلیہ میں دیکھا کہ ایک بندریا کے پاس کچھ بندر جمع (ہو کر پنچایت کر رہے) ہیں اس بندریا نے زنا کیا تھا۔ اسکی سزا میں وہ سب بندر اس کو سنگسار کرنے لگے تو میں نے بھی اسکو سنگسار کیا (صحیح بخاری جلد ۳ ص ۴۳۳)

رسولِ خدا کے متعلق عقیدہ آپکے بزرگوں کا عقیدہ ہے کہ رسولِ خدا معاذ اللہ چوری کرتے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو: عن ابن عباس رض قال نزلت هذه الآية وما کان لنبی ان یغل فی قطیفة حمراء فقدت یوم بدر فقال بعض القوم لعل رسول اللہ اخذها اخرجه ابوداؤد والترمذی یعنی بدر کی لڑائی میں غنیمت کے مال سے ایک چادر گم ہوگئی تو صحابہ نے کہا شاید رسولِ خدا نے چرالی ہو (تلخیص الصحاح جلد ۱ ص ۱۴۲ و سنن ابوداؤد و جامع ترمذی)

یہ بھی عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ رسولِ خدا نے جونیہ سے زنا کرنا چاہا۔ ابو اسید صحابی بیان کرتے تھے کہ ایکدفعہ رسولِ خدا ہم لوگوں کو لے کر مدینہ سے باہر ایک باغ

میں آئے وہاں کسی طرح ایک عورت جو نیہ لائی گئی تھی اور کھجور کی شاخوں کے ایک چھپر میں بٹھائی گئی تھی۔ جب حضرتؐ اسکے پاس پہونچے تو فرمایا اے عورت تو مجھے اپنا نفس بخش دے (یعنی اس کام پر راضی ہو جا) اس نے کہا کیا شاہزادی بھی ایسی بات کر سکتی ہے۔ اس پر آنحضرتؐ نے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا جس پر وہ بگڑ گئی اور چیخکر بولی اعوذ باللہ منک۔ اس پر حضرتؐ نے اس کو اسکے گھر روانہ کر دیا اور مدینہ واپس آئے (صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۶۷) ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے بتوں کی خوب تعریف کی۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف کی شرح میں کیا لکھا ہے:۔ قرء رسول اللہؐ بمکة و النجم فلما بلغ افرأیتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری القی الشیطان علی لسانه تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی فقال المشرکون ما ذکر آلهتنا بخیر قبل الیوم فسجد وسجدوا۔ یعنی حضرت رسولخداؐ نے مکہ معظمہ میں سورہ والنجم کو پڑھا اور جب آیۃ افرایتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری تک پہونچے تو شیطان نے حضرتؐ کی زبان پر یہ بات بھی جاری کر دی کہ یہ بت بڑے درجہ والے ہیں اور انکی شفاعۃ کی پوری امید ہے۔ اس پر کفار مکہ نے کہا کہ محمد نے آج سے پہلے ہمارے بتوں کو خوبی کے ساتھ نہیں یاد کیا تھا۔ پھر حضرتؐ نے سجدہ کیا اور کفار بھی سجدہ میں چلے گئے (صحیح بخاری مطبوعہ دہلی پ ۱۹ ص ۲۵۷) انصاف پسند حضرات اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام ہی ذبح کر دیا گیا۔ کیونکہ جب قران پڑھتے وقت شیطان حضرت رسولخدا صلعم کی زبان سے غلط باتیں جاری کرا دے سکتا ہے تو حق و باطل کی تمیز کا معیار کیا باقی رہا۔ اب تو عیسائی بھی کہ سکتے ہیں کہ حضرت رسولخدا صلعم جو اپنے کو خاتم النبیین فرماتے تھے یہ شیطان آپکی زبان پر جاری کرا دیتا تھا۔ آریہ بھی کہ سکتے ہیں کہ حضرت جو فرماتے تھے

کہ لا الٰہ الا اللہ یہ بھی شیطان ہی حضرتؐ کی زبان پر جاری کرا دیتا تھا لامذہب بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرتؐ نے جو فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام یہ بھی شیطان ہی نے جاری کرایا تھا۔ بلکہ پورے قران مجید کے بارے میں مخالفین یہی کہہ سکتے ہیں کہ سب کو شیطان ہی نے جاری کرایا کیونکہ خدا خود تو آیا نہیں۔ فرشتوں کو لوگوں نے دیکھا نہیں۔ قران جو کچھ پہونچا رسول خدا صلعم کے ذریعہ سے۔ اور جب شیطان حضرت کی زبان پر غلط بات جاری کرا سکتا تھا تو کیسے معلوم ہو کہ قران حق ہے اور اسکی ہر بات خدا ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ کیوں نہ ہم کہیں کہ شیطان ہی نے حضرتؐ کی زبان پر سب کو جاری کرایا۔ آنحضرت صلعم کی شراب خواری تک بیان کی گئی۔ عبداللہ بن بسر بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم ان کے ہاں ایک دفعہ گئے تو انکے باپ نے حضرتؐ کو کھجوریں کھلائیں پھر حضرتؐ کو شراب پلائی۔ آنحضرتؐ نے وہ شراب خود پی اور ان صحابیوں کو بھی شراب کا وہ جام دیا جو حضرتؐ کے ساتھ ان کے ہاں گئے تھے۔ اسکے بعد آنحضرتؐ نے اُن لوگوں کے لئے دعا کی (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۲)

خلیفہ اور امام آپ کے خلیفہ اور امام کے بارے میں صرف ایک بات ملاحظہ ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے یا ابا بکر ان الشرک فیکم اخفے من دبیب النمل۔ اے ابو بکر تم میں شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ چھپا ہوا ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ و در منثور جلد ۴ صفحہ ۵۴ و کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۹۰ و حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۲۰ و ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۹۹ وغیرہ) لیں جب حضرت ابو بکر میں شرک موجود تھا تو ان کو کوئی شخص مسلمان کیسے کہہ سکتا ہے اور جب ان کا اسلام ہی غائب ہو تو وہ آنحضرتؐ کے خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں ایسی حالت میں کسی کا انکو جانشین اور نائب رسولؐ ماننا کس عقل میں درست ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی ہزاروں باتیں اصول و فروع دونوں کی آپکے ہاں موجود ہیں جنکو کوئی صاحب عقل تو کسی طرح پسند نہیں کر سکتا۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ الطاہرین